



سوره «الفلق» كا تفسير و ترجمه

تصنیف: امین الدین «سعیدی - سعید افغانی»



بسمر الله الرحن الرحيم

سورةالفلق

جزء (30)

سوره الفلق مدینہ میں نازل ہوئی اس کی پانچ(۵) آیتیں ہیں

وجم تسميم:

اس سورت کا نام "الفلق" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کا آغاز الله تعالٰی کے اس ارشاد سے ہوتا ہے: "قُلُ آعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ" سورہ "فلق"مکی ہے یا مدنی، اس میں مفسرین کا اختلاف ہے، مفسرین کا کہنا ہے کہ: نہ صرف سورت کا متن "مدنی"ہے، بلکہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ یہ سورہ مدینہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔

مفسرین اس سورت کے مدنی ہونے کے بارے میں جو دلائل دیئے ہیں وہ یہ ہیں کہ اس سورہ میں "حسد" کے بارے میں بحث کی گئی ہے: اور یہ منحوس صفت طاقت اور مراعات حاصل کرنے کے مراحل میں سے ایک آفت ہے، نہ کہ کمزوری اور عاجزی اور مراعات سے محروم ہونے کی، مکی دور میں نبی کریم کے حسد کو بھڑکانے کی حالت میں نہیں تھے، مکہ میں مسلمان اپنے مشکل دن اور حالات گزار رہے تھے، کیونکہ ان دنوں وہ آرام اور سکون سے محروم تھے، البتہ مسلمان جب مدینہ میں تھے تو ان کی حالت بدل گئی، اور جزئی طور پر بہتری آئی۔ مدینہ میں تھے تو ان کی حالت بدل گئی، اور جزئی طور پر بہتری آئی۔ لیکن حسن ،عطاء عکرمہ اور جابر کے نزدیک سورہ "فلق" اور سورہ "ناس" کو مکی سمجھا جاتا ہے، اکثر علماء کی یہی رائے ہے،لیکن ابن عباسؓ ، قتادہ اور دوسرے گروہ کی ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے، ابن کثیر کا یہی قول ہے، اور بعض دوسرے علماء نے سورت مدنی ہے، ابن کثیر کا یہی قول ہے، اور بعض دوسرے علماء نے

مرحوم شیخ علی صابونی اپنی تفسیر "صفوة التفاسیر" میں لکھتے ہیں کہ: سوره فلق مکہ میں نازل ہوئی اور انسان کو اللہ کی پناہ مانگنے کا درس دیتی ہے، اور خدا کی مخلوقات، اور رات کی تاریکی سے بھی اللہ کی پناہ مانگے، کیونکہ رات کے اندھیرے میں لوگ خوف زدہ ہوتے ہیں اور جرائم پیشہ افرا د بھی رات کے وقت سرگرم رہتے ہیں۔

سورہ فلق انسان کو یہ بھی سکھاتی ہے کہ وہ ہر حسد کرنے والے اور جادوگر کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، یہ سورت ان دو معوذتین میں سے ایک ہے جن کو پڑھ کر رسول اللہ اپنے آپ کو خدا کی حفاظت قرار



"تفہیم القرآن" کے مفسر لکھتے ہیں: اگر چہ سورہ فلق اور ناس قرآن کریم کی آخری سورتیں اصل میں دو الگ الگ سورتیں ہیں ، اور مصحف میں الگ الگ ناموں کے ساتھ شامل ہیں، لیکن ان کے درمیان اتنا گہرا تعلق ہے اور ان کے موضوعات کا ایک دوسرے سے اس قدر مناسبت ہے کہ دونوں کا مشترکہ نام بھی معوذتین (وہ دو سورتیں جن کے ذریعے پناہ مانگی جاتی ہے) کے نام سے ہے، امام بیہقی "دلائل النبوة" میں لکھتے ہیں کہ: یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں ہیں، اس لیے ان دونوں کا مشترکہ نام معوذتین ہے۔

سورة الفلق كا سورة الاخلاص سے ربطہ

سورة الاخلاص میں الوہیت کے متعلق بحث کی گئی ہے، اور اللہ تعالٰی کو اس چیز سے منزہ اور پاک قرار دیا ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے، سورہ فلق اور ناس بیان کرتی ہیں کہ انسان کو اس دنیا میں ان لوگوں سے جو توحید اور توحید کی راہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، دونوں کا آغاز استعادہ سے ہوتا ہے، اسی طرح سورة الفلق اندهیری رات کے شر، جادوگروں، غیبت کرنے والوں، فتنہ بازوں اور حسد کرنے والوں سے اور سورہ ناس شیطانوں، جنوں اور انسانوں کے شر اور فریب کاری سے ہمیں حق تعالی کی پناہ میں رکھتی ہیں۔

سورہ فلق انسان کو مخلوق کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کا طریقہ سکھاتی ہے، تاکہ مختلف مخلوقات کے شر سے اور رات کی پھیلی ہوئی تاریکی، چالوں، جھوٹ جادوگری، فریب، چالاکیوں، بیہودہ باتوں، فتنہ انگیز باتیں کرنے والے، سازشیں کرنے والے، تہمت لگانے والے جو میاں بیوی کے درمیان جدائی کا باعث بنتے ہیں اور حسد کرنے والوں کی برائی سے جو بہت زیادہ رشک کرتے ہیں، اور خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو جو دوسروں کو حاصل ہیں برباد کرنا چاہتے ہیں کہ شر سے محفوظ رہیں۔

سورة الفلق كى آيات، الفاظ اور حروف كى تعداد

سورة الفلق كا ايك (١) ركوع، پانچ (۵) آيتيں، تييس (٢٣) الفاظ، (تهتر (٢٣) حروف اور پینتالیس(۲۵) نقطے ہیں۔

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اُس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)







آیت: (۱) استعادہ اور اللہ تعالٰی سے بناہ مانگنے کی ذمہ داری کا اظہار کرتی ہے، آیات مبارکہ"۲ تا ۵" میں ان چیزوں کا بیان ہے کہ عام طور پر انسان کے لیے ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ جن برآئیوں کی طرف اس سورت میں اشارہ کیا گیا ہے وہ قیامت کے آنے تک موجود ہوں گی۔ سورہ الفلق کی فضیلت

قرآن کریم کی تمام سورتوں کے اپنے اپنے خاص فضائل ہیں کہ ان کے پڑھنے تلاوت کرنے اور ان کے معانی و مفاہیم میں غوروفکر کرنے، ان میں موجود رہنما اصولوں پر عمل کرنے سے انسان کو دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

بس ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قرآن کریم ہم انسانوں کے لیے زندگی کا لائحہ عمل اور عمل کی کتاب ہے، جس کی تلاوت فکر و ایمان کی ابتدا ہے اور قرآن کے مشمولات پر عمل کرنے کا ذریعہ ہے، اور نیک لوگوں کو تمام اعمال صالحہ کا اجر عظیم بھی یہاں سے اور انہی شرائط سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قرآن کی سورتوں کی تلاوت انسان کے ایمان اور عقیدہ کو تقویت پہنچا کر، دل کی پاکیزگی میں اضافہ کرکے، گناہوں میں تخفیف کرکے، انسانوں کی عبادت کو افضل اور بہتر بنا کر مسلمان کو کمال اور ترقی کے اعلٰی درجے پر پہنچا دیتی ہے۔

لہذا یہ بھی ذہن نشین رہے کہ، قرآن کریم کی سورتوں کی تلاوت، خاص طُور پر جب تلاوت آیات مبارکہ کے معانی اور مفاہیم پر غور و فکر کے ساتھ ہو، تو بہت سی ذہنی اور روحانی بیماریوں کا علاج کرتی ہے، انسان کے غم اور پریشانی کو کم کرتی ہے، آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتی ہے، یاد رکھیں کہ قرآن عظیم انسا ن کی تنہائی کا ساتھی ہے، یہ انسانی زندگی کو بابرکت بناتا ہے اور دعا کی قبولیت کو یقینی بناتا ہے، قرآن کی سورتوں کی تلاوت سے گھر صاف ہوتا ہے، عذاب سے نجات ملتی ہے اور انسان کے لیے دوسری نعمتیں اور برکتیں لاتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ قرائت کا کمال کے درجہ تک پہنچنا، اسی طرح غور و فکر اور عمل کی منزل تک پہنچنا، یہ ثواب کے کمال اور رضائے الہی کے حصول اور بہتر نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

ایک اور نکتہ جو میں اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں قرآن پڑھنے کو کاروبار کے طور پر نہیں دیکھنا چاہیے، کہ کونسی سورت ہے جس کو پڑھنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، جس کو ہمیشہ پڑھنے



سے دوسری سور توں کے پڑھنے سے ہم محروم رہیں۔

قرآن ایک مجموعہ ہے جو اکھٹا ہونا چاہیے اور انسان ان سب سورتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کرسکتا ہے۔

دوسری سورتوں کی طرح سورہ فلق کی بھی فضیلتیں ہیں جیسا کہ سورہ فلق اور سورہ ناس کی فضیات کے بارے میں حضرت عائشہ "سے مروی ہے كم: "كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَينْفُثُ، فَلَبَّا اشْتَكَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيهِ وَأَمْسَحُ

بِيبِةِرَجَاءَبَرَكَتِهَا" ترجمہ: "رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوذات کی سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے، پھر جب آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو برکت کی امید سے آپؓ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھی"۔

حضرت بی بی عائشہ "فرماتی ہیں: جن لمحوں میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی بیماری شدید ہوجاتی تھی ، میں سورہ "فلق" اور سورہ "ناس" پڑھتی تھی اور برکت کی امید سے آپ کے جسم پر ہاتھ پھیرتی تھی۔

عقبہ بن عامر ''سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمايا: "عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ (رضى الله عنه) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه وسلم): «أَلَمُ تَرَ آياتٍ أُنْزِلَتِ اللَّيلَةَ لَمْ يرَ مِثْلُهُنَّ (قُلُ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلُ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ترجمه: كيا تمہیں معلوم نہیں کہ جو آیتیں آج مجھ پر نازل کی گئی ہیں ان جیسی (آیتیں) کبھی دیکھی تک نہیں گئیں؟" اور وہ آسورۃ الناس ا ور سورۃ الفلق ہُے"۔ ّ اسى طرح عقبہ بن عامر فرماتے ہیں: "بَينَا أَنَا أَسِيرُمَعَ رَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) بَينَ الْجُحُفَةِ وَالأَبْوَاءِ إِذْ غَشِيتُنَا رِجُّ وَظُلْمَةٌ شَدِيدَةٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) يتَعَوَّذُبِ (قُلُ أَعُوذُ بِرَبِ الْفَلَقِ) وَ (قُلُ أَعُوذُ بِرَبِ النَّاسِ) وَيقُولُ: "ياعُقْبَةُ تَعَوَّذُ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذُ بِمِثْلِهِمَا" قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يُؤُمُّنَا مِهِمَا فِي الصَّلاَةِ" ترجمہ: "ایک دن میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے ساتھ ابواء اور جحفہ کے درمیان سفر کررہا تھا کہ آندھی اور اندھیرے نے ہمیں گھیر لیا، نبی کریم ﷺ نے سورۃ الناس اور سورۃ الفلق سے دم کرنا شروع کیا، اور فرمایا: اے عقبہ! ان کے ساتھ (خود کو) دم کرو، کیونکہ ان سورتوں کی طرح کسی دم کرنے والے نے دم نہیں کیا"

راوی مزید اضافہ کرتے ہیں: "آپ "نماز کی امامت فرما رہے تھے، میں نے سنا کہ نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں"۔

نیز ایک اور حدیث میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ: رسول الله صلی الله عليه وسلم فرماتربين: "اقْرَأْياجَابِرُ فَقُلْتُ: وَمَاذَا أَقْرَأُبِأَبِي أَنْتَ وَأُجِّي يَارَسُولَ اللَّهِ قَالَ: اقْرَأْ



(قُلُ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلُ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ) فَقَرَأُ هُمَا فَقَالَ: اقْرَأُ بِهِمَا وَلَنُ تَقْرَأُ بِمِهَا وَلَنُ تَقْرَأُ بِمِهَا وَلَنُ تَقْرَأُ بِهِمَا" ترجمہ: "پڑھ اے جابر! میں نے پوچھا کیا پڑھوں، میرے ماں باپ آپ قربان ہوں اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: "سورہ فلق اور سورہ ناس " میں نے ان دونوں سورتوں کو پڑھ لو، ان دونوں سورتوں کو پڑھ لو، ان دونوں سورتوں کو پڑھ لو، ان کی طرح ہر گز نہیں پڑھ سکو گے"

ان کی طرح ہر کز نہیں پڑھ سکو کے"
عقبہ بن عامر "ایک اور حدیث میں سورہ فلق کی فضیلت کے بارے میں کہتے ہیں: "قلت: یارسول الله، أقرئنی إما من سورة (هود)، وإما من سورة (یوسف)، فقال رسول الله (صلی الله علیه وسلم): «یاعقبة بن عامر، إنكان تقرأ سورة أحب إلی الله، ولا أبلغ عند کامن أن تقرأ: (قل أعوذ برب الفلق)، فإن استطعت أن لا تفوتك فی صلاة فافعل. " ترجمہ: میں نے عرض كیا اے الله کے رسول! چند آیتیں سورہ هود اور سورہ یوسف سے مجھے پڑھا دیں، آپ "نے فرمایا: اے عقبہ: ہمارے رب کو سورہ فلق سے زیادہ پیاری دیں، آپ "نے فرمایا: اے عقبہ: ہمارے رب کو سورہ فلق سے زیادہ پیاری

اور فصیح کوئی سورت نہیں جو تم پڑھ سکتے ہو، کوشش کرو کہ نماز میں

اسے پڑھنا تجھ سے رہ نہ جائے"۔ معوذتین کی فضیلت

ترمذی اور بیہقی میں ابوسعید خدری سے معوذتین کی فضیلت کے بارے میں مروی حدیث ہے: "رسول الله صلی الله علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی آنکھوں کے شر سے رب العزت کی پناہ مانگتے تھے، معوذتین کے نزول کے بعد آپ صلی الله علیہ وسلم نے صرف ان دو سورتوں کی تلاوت کی، اور اس سلسلے میں پڑھی جانے والی دوسری دعاؤں کو چھوڑ دیا"۔

ہور ہیں سمسے میں پر می جانے وہتی دوسری دعوں کو چھور دیا۔ امام مالک مؤطا میں حضرت عائشہ اسے روایت کرتے ہیں کہ: رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب پریشان ہوتے تو معوذتین پڑھتے تھے، اور خود کو دم فرماتے، اس کام کو تین بار دہراتے، اور جب ان کی تکلیف شدید ہوجاتی تو میں ان کے لیے معوذتین پڑھتی، تو رسول الله صلی الله علیہ وسلم برکت کی حصول کی امید سے اپنے ہاتھ جسم پر پھیرتے یعنی: خود کو دم فرماتے تھے۔"۔

اسی طرح عقبہ بن عامر سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ: "رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھوں"۔ اسی طرح ان سے مروی دوسری روایت میں ہے: "رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب بھی سوئیں اور جب بھی بیدار ہو تو معوذتین پڑھیں"۔

ابن کثیر نے اس معنی میں بہت سی احادیث نقل کی ہیں اور کہا ہے: عقبہ سے مروی حدیث کے بہت زیادہ طرق ہیں جو کہ حد تواتر کو پہنچ جاتے

ہیں، اس لیے یہ حدیث بہت سے محققین کی نظر میں یقین کے لیے مفید بے"۔

لهكذا دوسرى حديث ميں ہے كہ: رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا: " ياعقبة ألا أعلمك سورا ما أنزلت فى التوراة و لا فى الزبور و لا فى الإنجيل و لا فى الفرقان مثلهن، لا يأتين عليك إلا قرأتهن فيها، "قُلُ هُوَاللهُ أحَدً" و "قُلُ اَعُودُ بِرَتِ الْفَلَقِ" و "قُلُ اَعُودُ بِرَتِ النّاسِ" ترجمہ: "رسول الله صلى الله عليه وسلم نے عقبه بن عامر كو مخاطب كركے فرمايا: اے عقبه كيا ميں تمہيں كچه سورتين نه سكهاؤ ں جو ان جيسى كركے فرمايا: اے عقبه كيا ميں تمہيں كچه سورتين نه سكهاؤ ں جو ان جيسى رات تورات، انجيل، زبور اور قرآن ميں نازل نہيں ہوئيں، تجه پر كوئى ايسى رات نہ گزرے مگر يہ كه تو انہيں پڑھے، وہ "قُلُ هُوَاللهُ اَكَدً" اور "قُلُ اَعُودُ بِرَتِ الْفَلَقِ" اور "قُلُ اَعُودُ بِرَتِ النّاسِ" ہيں۔ (يہ روايت سلسلة الاحاديث الصحيحه ميں حديث نمبر اور تميں ہے)

معوذتین کا سبب نزول:

"قُلُ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ " اور "قُلُ اَعُوۡذُ بِرَبِ النَّاسِ " کے بارے میں کئی احادیث مفسرین نے ذکر کی ہیں: لیکن یہاں اختصار کے لیے (بیہقی اور بخاری ومسلم) کی دو حدیثوں پر اکتفا کریں گے۔

حضرت بی بی عائشہ فرماتی ہیں:نبی کریم پرجادو کیا گیا، اس طرح کہ آپ کوئی کام نہیں کیے ہوتے، آپ کو ایسا لگتا تھا کہ آپ وہ کام کرچکے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن آپ نے حق تعالٰی سے بہت زیادہ دعا کی، پھر فرمایا: "کیا تم جانتے ہو ہمارے عظیم رب نے مجھے میرے علاج کا طریقہ بتایا؟ دو آدمی میرے پاس آئے، ان میں سے ایک میرے سر ہانے اور دوسرا پاؤں کے پاس بیٹھ گیا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا: اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے، پوچھا:کس چیز پوچھا:کس نے جادو کیا ہے؟ کہا:لبید بن اعصم نے، اس نے پوچھا:کس چیز کے ذریعہ جادو کیا؟ کہا:کنگھی کے ذریعہ، کتان کے ریشے اور کھجور کے پھولوں کے چھاکے سے، پوچھا کہاں ہیں وہ؟ کہا: ذروان کے کنویں کے بعد عائشہ سے کہنے لگے: "وہاں کے کھجور شیطان کے سروں کی میں، راوی کہتے ہیں کہ: پھر آپ نے انہیں کنویں سے باہر نکالا؟ آپ طرح تھے" عائشہ نے پوچھا: آپ نے انہیں کنویں کو مٹی سے بھر دیا"۔ نے فرمایا: "جی ہاں، مجھے تو رب نے شفاء عطا کی، لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس سے لوگوں کو نقصان پہنچے پھر اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا"۔ کہ اس سے لوگوں کو نقصان پہنچے پھر اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا"۔ کہ اس سے لوگوں کو نقصان پہنچے پھر اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا"۔ کہ اس سے لوگوں کو نقصان پہنچے پھر اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا"۔ بیہتی "دلائل النبوۃ" میں کلبی کے تو سط سے ابی صالح اور ابن عباس سے بھر دیا"۔

روایت کرتے ہیں کہ: جب نبی کریم نے رات گزار کر صبح کرلی تو عمار بن یاسر کو چند لوگوں کے ساتھ وہاں بھیج دیا، جب وہ کنویں پر گئے تو انہوں نے کنویں کا پانی مہندی کے پانی جیسا پایا، انہوں نے کنویں کا پانی نکالا اور پتھر کو اٹھایا، اس تعویذ کو باہر لاکر جلادیا، اس میں ایک ڈورتھی جس میں گیارہ (۱۱) گرہیں بندھی ہوئی تھیں، پھر یہ دو سورتیں نازل ہوئیں، نبی کریم نے ان دونوں سورتوں کو پڑھنا شروع کیا، ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی (اس حدیث کو بیہقی نے کلبی سے روایت کیا ہے) اسی طرح معوذتین کے سبب نزول کے بارے میں بخاری اور مسلم میں بی بی عائشہ سے مندرجہ ذیل روایات کی گئی ہیں: البید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح جادو کیا کہ اس نے کھجور کے پھول کے چھلکے اور کنگھی کرتے وقت رسول خدا اس نے کھجور کے پھول کے چھلکے اور کنگھی کرتے وقت رسول خدا جس میں "۱۱" گرہیں بندھی تھیں، سوئی سے گرہیں مضبوط کی گئی تھیں، حبس میں "۱۱" گرہیں بندھی تھیں، سوئی سے گرہیں مضبوط کی گئی تھیں،

یہ وہ وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے ان کی تلاوت شروع کردی، گویا کہ ہر آیت کی تلاوت پر ایک گرہ کھل جاتی، اور اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان گرہوں کے کھلنے سے ایک قسم کی راحت اور سکون محسوس کرتے تھے، یہاں تک کہ آخری گرہ کھل گئی، تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کھڑے ہوئے حسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قد سے ریا یہ گئے ہوں۔

ہوئے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قید سے رہا ہوگئے ہوں۔ جبریل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دعا پڑ ھتے اور دم کرتے تھے اور کہتے: "باسم الله أرقیك، من كل شیء یؤذیك، من شر حاسب وعین والله یشفیك" ترجمہ: "الله كے نام سے میں تمہیں دم كرتا ہوں ہر تكلیف ده چیز سے، ہر ذی روح اور ہر حاسد كی آنكھ كے شر سے، الله تمہیں شفاء دے، الله كے نام كے ساتھ تمہیں دم كرتا ہوں"۔

منقولہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہلکا سا سر درد تھا، یہ وہی تصور کا معنی ہے جو ایک حدیث میں آیا ہے۔

واضح رہے کہ بعض اوقات تخیل بیداری میں بھی ہوتا ہے اور نیند میں بھی، اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ سحر کا آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کی خصوصیات اور عقلی صلاحیتوں پر کوئی اثر نہیں ہوا، جیسا کہ سحر لبید بن اعصم کا نبوت اور وحی سے متعلق معاملات میں کوئی اثر نہیں تھا، کیونکہ الله تعالیٰ نے انہیں معصوم اور ایسے کسی عیب، یا کسی قسم کی فکری

الجهن، یا اعصابی اضطراب سے محفوظ رکھا، جیسا کہ فرماتا ہے: "وَاللهُ یعْصِمُكَمِنَ النَّاسِ" (سورہ مائدہ: ۴۷) ترجمہ: "الله تعالیٰ تم کو لوگوں کے شرسے بچائے گا"۔

تفسیر "فی ضلال القرآن" کے مفسر نے اس سورت کی مختصر تشریح میں کہا ہے کہ یہ سورہ اور اس کی بعد والی سورہ الله تعالٰی کی طرف سے رہنمائی اور ہدایت ہے پہلے اپنے نبی کے لیے، اور پھر تمام مؤمنوں کے لیے۔

جو ان کو راستہ دکھاتی ہے اور ان کی رہنمائی کرتی ہے کہ وہ اس کی حفاظت میں ،اور اس کی پناہ گاہ میں پناہ لے لیں، اور ہر خوفناک چیز سے، خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، خواہ معلوم ہو یا نا معلوم، خواہ کم ہو یا زیادہ، خواہ وہ جزوی ہو یا کلی، گویا اللہ اپنی حفاظت اور پناہ کی جگہ ان کے لیے ان کے لیے کھول دیتا ہے، اور اپنی پناہ گاہ کی پناہ کو ان کے لیے وسیع بنا دیتا ہے، اور ان سے شفقت و مہربانی، پیار اور محبت سے کہنا ہے: یہاں آؤ، حفاظت اور مدد کی جگہ پر آؤ، امن والی جگہ پر آؤ، ایسی جگہ جہاں تم محفوظ رہوگے اور سکون پاؤ گے، آجاؤ میں بہتر جانتا ہوں کہ تم کمزور ہو اور تمہارے دشمن ہیں اور تمہارے اردگرد خوف و ہراس ہے، صرف یہاں ، جی ہاں! یہاں محفوظ سکون، امن اور سلامتی و صحت ہے، اس لیے اس ہدایت اور رہنمائی کے ساتھ دونوں سورتوں کا آغاز ہوتا ہے۔

سوره فلق کا مرکزی محور اور مشتملات

سورۃ الفلق میں تعلیمی اور تربیتی مشتملات ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا رب پہلے مرحلے میں رسول اللہ کو اور دوسرے مرحلے میں تمام مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ تمام اشرار کے شر سے بچنے کا واحد راستہ خدا کی پناہ لینا ہے، سورت یہ سکھاتی ہے کہ ہم اپنے رب کی حفاظت میں پناہ لیں، اور اس کی مخلوقات کے شر سے اس کی جلال و عظمت میں پناہ مانگیں، اور رات کے شر سے جب اندھیرا چھا جاتا ہے، دہشت اور خوف روحوں کو اپنے لپیٹ میں لے لیتی ہے، گناہ اور برائیاں پھیل جاتی ہیں، یہ سورت ان معوذتین میں سے ایک ہے جس سے برائیاں پھیل جاتی ہیں، یہ سورت ان معوذتین میں سے ایک ہے جس سے عظیم کی پناہ لینے کا درس ملتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی ہر شیطانی مخلوق کے شر سے محفوظ پناہ گاہ ہے، اور یقین رکھیں کہ اس کی پناہ میں انسان مکمل تحفظ اور سکون محسوس کرتا ہے۔

نیز اس سورت میں ہم انسانوں کے لیے واضح ہدایت ہے کہ اپنی

زندگیوں (بشمول اپنی سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی) اپنی اولاد، مال و دولت کو خدا کی حفاظت میں رکھیں اور ہمیں اطمینان ہونا چاہیے کہ حق تعالی کی پناہ میں انسان ہر شر والی چیز کے شر سے محفوظ رہے گا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اس سورت کا مرکزی اور اصلی محور پناہ مانگنا اور رب عظیم سے چمٹے رہنا ہے، ہر چیز کے شر سے، خواہ چاہے ظاہر ہو یا پوشیدہ، خواہ وہ معلوم ہو یا نا معلوم، خواہ کم ہو یا زیادہ، خواہ جزوی ہو یا کلی، یہ ایک تعمیری اور نصیحت آموز سبق ہے، ایک مفید سبق اور درس ہے لوگوں کے لیے حفاظت ہے ان میں سے آیک کو دوسرے سے،نفسیاتی امراض سے بچانے کے آیے، اور انہیں زہریلی اور مہلک چیزوں کے شر سے جب اندھیرا چھا جاتا ہے اور اس میں خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر صحراؤں اور غاروں میں خوف پیدا ہوجاتا ہے، سورت کا نام بھی رب عظیم کی پناہ لینے پر دلالت کرتا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث (۴۹۷۶) میں آیا ہے کہ: "عن أبی بن كعبقال: سألت رسول الله عن المعوذتين فقال قيل لى فقلت. فنحن نقول كما قال رسول الله " ترجمه: "ابى بن کعب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: میں نے رسول اللہ سے معوذتین (یعنی سورہ ناس اور فلق) کے بارے میں پوچھا: (ابی بن کعب نے یہ سوال اُس وقت پوچھا جب انہیں یہ خبر ملی کہ ابن مسعود اپنے مصحف میں یہ دو سورتیں نہیں لکھتے تھے، جیسا کہ وہ سمجھتا ہے یہ دونوں سورتیں قرآن پاک کی نہیں ہیں) آس نے کہا: "مجھ سے جو کچھ کہا گیا ، تو میں نے كہا"، يعنى: يَہ ذو سُور تيں وحى كى گئى ہيں، آور ميں نے كہا يہ وحى سے

چنانچہ عبداللہ ابن مسعود " سے روایت ہے کہ انہوں نے ان دو سورتوں کو اپنے پاس موجود قرآن میں درج نہیں کیا تھا، ان کا خیال یہ تھا کہ یہ دونوں سورتیں نماز کی دعائیں ہیں، جو شر اور برائیوں کو دفع کرنے کے لیے پڑھی جاتی ہیں، اور قرآن میں سے نہیں ہیں، اس لیے اسے قرآن میں درج نہیں کرنا چاہیے،لیکن پھر صحابہ کرامؓ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ قرآن میں سے ہیں، تو عبداللہ بن مسعود " نے اپنا قول بدل کر اپنے مصحف میں یہ سورتیں لکھیں۔

فیض الباری شرح مختصر صحیح البخاری، تالیف عبدالرحیم فیروز بروی حدیث شماره: (۹۷۶) کی تشریح میں۔







سورةالفلق

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلَ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الصِن شَرِّ مَا خَلَق الوَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبُ الْعَقَدِ النَّفُ فُتِ فِي الْعُقَدِ اللهِ الْعُقَدِ اللهِ الْعُقَدِ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللّهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُل

	کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی
ر في در ٥٠ صلي ح	ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی
ورِي سَرِ فَسِيقٍ رِدَ وَعَبَ أَنْ	اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے (۳)
ودِق سَرِ التقليفِي العقلي ال	اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے
او وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَنَاهِ ۞	اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

اَعُوُذُ (عوذ)میں پناہ مانگتا ہوں، میں پناہ چاہتا ہوں، "الْفَلَقِ" صبح کی وہ روشنی جو رات کی تاریکی کو پہاڑ کر پردے کی طرح ایک طرف ہٹا دیتی ہے، (انعام:٩٥، "فَالِقُ الْحَبِ وَالنَّوٰیُ اللَّوٰیُ اللَّوٰیُ الْرَصْبَاحِ ﴿ (انعام:٩٥، "فَالِقُ الْحَبِ وَالنَّوٰیُ ﴿ (اور "فَالِقُ الْرَصْبَاحِ ﴿ (انعام:٩٥)

"مَاخَلَق" جو کچھ اس نے پیدا کیا، "غَاسِیّ" (غسق بہت ہی اندھیری رات، رات کے واقعات، (اسراء: ۷۸) "وَقَبَ": اس نے ڈھانپ لیا، وہ پلٹا، گھیر لیا، داخل ہوا۔

"النَّقُتٰتِ" (نفث)جمع نفاثہ، فوت کرنے والے، دم کرنے والے، جادو، منتر کرنے والے چغل خوری کرنے والے، فساد کرنے والے، فسادی مبالغہ کے لیے ہے نہ کہ تانیث کے لیے، جیسے "بَصِیۡرَةٌ" سورہ قیامہ کی آیت: ۱۴)

"الُعُقَدِ" جمع عقدة، گر ہیں، معاملات، حَاسِدٍ: حسد کرنے والے تنگ نظر، برے منہ والا(فرقان)





تفسير

کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی

قُلُ أَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ١

"آعُونُ" پناہ مانگتا ہوں ،کہو:اس رب کی پناہ مانگتا ہوں جو بیج اور گٹھلی اور صبح کو پہاڑتا ہے،"الْفَلَقِ" صبح ہے،کیونکہ رات اس سے نکلتی اور پھوٹتی ہے۔

ابن عباسٌ كہتے ہيں كہ: "الْفَلَقِ" يعنى: صبح، جيسا كہ كہا ہے: "فَالِقُ الْإِصْبَاحِ "(مختصر: ٣/٤٩٣) اور عرب كے محاوروں ميں لكھا ہے: " هو أبين من فلق الصبح ": وہ صبح كى روشنى سے زيادہ واضح ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ:اللہ تعالٰی نے نبی کو صبح کے وقت رب کی پناہ لینے کا جوحکم دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ضرورتوں اور حاجات کو دور کرنے کے ساتھ رات کی تاریکی کے بعد صبح کی روشنی اور نور کا چمکنا ایک محاورہ اور ضرب المثل بن گیا ہے کہ: اندھیری رات کے آخر میں روشنی ہے، پس جس طرح انسان صبح کا انتظار کرتا ہے۔ کرتا ہے، اسی طرح خوف زدہ شخص نجات کا انتظار کرتا ہے۔

"عُوْذُ" كا مصدر لفظ "آعُوْذُ" واحد متكلم اس كے مضارع سے ہے، اس كا معنى ہے: خود كى حفاظت كرنا، اور برائى سے بچانا، اس رب كى پناه ليتے ہوئے جو اس برائى كو دور كرسكتا ہے، اور لفظ "فلق" فا كے فتحہ اور "لل" كے سكون كے ساتھ،بمعنى پھاڑ نے اور الگ كرنے كے ہيں، جب يہ لفظ دو فتحہ كے ساتھ آئے تو مفعول كے معنى ميں ہوگا، اور اكثر يہ لفظ صبح كے وقت كے ليے استعمال ہوتا ہے، "فلق" يعنى وہ لمحہ جب روشنى اندھيرے كا گريبان چاك كركے چمكتى ہے۔

اس بنا پر"قُلُاَعُوُذُبِرَبِّالْفَلَقِ" کا معنی کچھ یوں ہے: کہو کہ میں اس عظمت والے رب کی پناہ مانگتا ہوں جو اسے پھیلا تا اور پھاڑتا ہے، یہ تفسیر اس لیے موزوں ہے کہ برائی سے مانگنے کا مسئلہ جو بذات خود نیکی کا پردہ اور اس کی راہ میں رکاوٹ ہے،کسی سے پوشیدہ نہیں،صبح اس لیے کہ جب سحر نمودار ہوتی ہے تو رات کا سیاہ پردہ پھٹ جاتا ہے، یہ اصطلاح صبح کے طلوع کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔

بعض نے اس سے مراد مخلوق، یعنی دنیا کی تمام مخلوقات سمجھا ہے، کیونکہ وجود کی تخلیق کے ساتھ عدم کا پردہ پھٹا ہے، اور وجود کا نور ظاہر ہوا، ہر دن اور ہر گھڑی وجود تخلیق ہوکر اور ظہور پاکر باہر آتا ہے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ: لفظ "فلق" کے معنی وہ چیز ہے جو عدم کے چھپانے سے خلقت کے ذریعے نکلتی ہے، کیونکہ تخلیق اور ایجاد عدم کا پھٹ جانا اور موجود کو عالم وجود میں لانا ہے۔

نتیجہ فلق کا رب اور مخلوق کا رب ایک ہی ہے۔

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ^۱۲) ہون شَرِّ مَا خَلَقَ^۲۲) نے پیدا کی

اور "شَرِّ مَا خَلَقَ" میں یہ کہنا چاہیے کہ: برائی مخلوق کی طرف سے ہے، نہ کہ خالق کی طرف سے یا کہ تخلیق کی وجہ سے۔

یعنی: ہر مخلوق کے شر سے، خواہ انسان ہو، جن ہو، یا حیوانات ہوں، یا دیگر مخلوقات جن میں کوئی برائی ہے، یعنی: انہوں نے شر پیدا کرنے والے کے شر سے پناہ لی۔

"ما خلق" والی عبارت سے یہ سوچنا نہیں چاہیے کہ تمام مخلوقات شر ہیں یا اپنے ساتھ شر رکھتے ہیں، اس عبادت کا آنا اس کی استغراقیت اور کلیت کی دلیل نہیں ہے۔

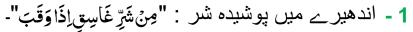
"ثَمِّر" شریہ خیر کے مقابلے میں ہے، لیکن لفظ "شر" بعض مقامات پر آفکل تفضیل ہے، اور دوسرے مقامات پر مصدر کی صورت میں آتا ہے، یہاں پر مصدری معنی مراد لیا گیا ہے،محض مصیبت اور برائی، یہاں پر "ثمر" کا لفظ "ما" کے ساتھ متصل ہے، الله تعالٰی بتانا چاہتا ہے کہ ہر مخلوق سے کوئی نہ کوئی شر رونما ہوسکتا ہے، جس کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہوگا، شر کا وجود صرف زمین پر نہیں ہے ، بلکہ تمام "شرور"برائیاں نسبتی ہیں، ان کے نسبتی ہونے کا معنی یہ ہے کہ ممکن ہے کسی کے لیے برا ہو اور کسی دوسرے کے لیے اچھا ، لہذا ہر برائی میں اچھائی چھپی برا ہو اور روئے زمیں پر مطلق شر موجود نہیں ہے۔

البتہ خیر سے متعلق یہ بات نہیں کہہ سکتے کیونکہ خیر مطلق موجود ہے، تمام خیر کی چیزوں میں سرفہرست وہ خیر ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تعین کیا ہے، اور وہ بھی نعمتوں کی صورت میں جیسے: ہدایت اور قرآن کی نعمت جیسا خیر وغیرہ (نقل از تفسیر جامع تیسواں پارہ قرآن کریم تالیف و تحقیق: گروہ علمی فرہنگی مجموعہ موحدین)

ان تمام شرور میں سے سورہ مبارکہ فلق میں تین شر سے بحث کی گئی ہے:







- 2 ناپاک زبانوں کا شر: "وَمِنْ شَرِّ النَّقْ ثُتِ فِي الْعُقَدِ" -
- 3 حسد اور منفى رويے: " وَمِن شَيرٌ حَاسِدِ إِذَا حَسَدَ"-

اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے (۳)	

اور رات کے شر سے: جب وہ پوری طرح آکر دنیا کو اپنے اندھیرے کی لپیٹ میں لےلے، یعنی: میں اس رات کے شر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، جب لوگوں کا نیند احاطہ کرتی ہے، اور بہت سی روحیں اور موذی جانور پھیلتے اور منتشر ہوتے ہیں، "غَاسِق" لغت میں بمعنی اچھلنے اور کودنے کے ہیں، اور "غَاسِقِ" کا مطلب ہے رات کا آغاز، جو اندھیرے کو ساتھ لاتا ہے، جیسا کہ سورہ اسراء آیت: "۷۸" میں آتا ہے: "آقِمِ الصَّلٰوةَ لِلُلُوْكِ الشَّہُسِ الی غَسَقِ الَّیٰلِ " مفسرین لکھتے ہیں: "غَاسِقِ " ہر اندھیرے والی مخلوق جو اپنے ساتھ روحانی تاریکی لاتی ہے، اور اسے پھیلاتی ہے، کیونکہ شریر لوگ رات کی تاریکی کو حملہ کرنے اور سازش کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس لیے ہم رات کی تاریکی میں ہونے والے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں،

"وقب" کا معنی پہاڑ میں ایک سوراخ بھی ہے، جہاں سے پانی نیچے آتا ہے، اس آیت میں زیادہ تر اس سے مراد ہے رات اور جو کچھ اس میں ہے، وہ رات جو آتی ہے اور دنیا کو اپنے لبیٹ میں لے لبتی ہے۔

ہے، وہ رات جو آتی ہے اور دنیا کو اپنے لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس وقت رات خود بخود خوفناک اور ڈراؤنی ہوتی ہے، یہ رات انسان کے دل کے اندر یہ محسوس کراتی ہے کہ شاید کوئی چیز چہپی ہوئی ہوگی یا کوئی ناگہانی واقعہ رونما ہو گا ہر اس نوعیت اور قسم کے جو خیال میں نہیں آتا ہے، جیسے کہ: کوئی درندہ اور شکاری جب وہ حملہ کرتا ہے، وہ شیطان جس کی تاریکی مدد کرتی ہے تا کہ وہ کوشش کرے اور دلوں میں وسوسے ڈالے، اور خواہشات، تنہائی اور اندھیرے میں بیدار کرتی اور ابھارتی ہے، اور تمام مرئی اور پوشیدہ چیزوں سے جو حرکت اور حملہ کرتی ہیں، اور رات اس وقت آکر دنیا کو ڈھانپ لیتی ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ "غاسی" سے اندھیری رات اور "وقب" کا مطلب: آنا، اور ڈھانپنا ہے، اس لیے "وَمِنْ شَرِّ غَاسِیًا اَقْرَبُ" عام ترجمہ ہے کہ: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں، "اور رات کی تاریکی سے جب وہ چھا جائے" یعنی

اس طرح میں فجر کے رب کی پناہ مانگتا ہوں اس رات کی تاریکی سے جب وہ پلٹ جاتی اور اس کی تاریکی افق میں پھیل جاتی ہے۔

امام فخرر ازی فرماتے ہیں: جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا کہ اندھیری رات کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا اس لیے ہے کہ: رات کے وقت درندے اور موذی حشرات الارض اپنے بلوں سے نکلتے ہیں، چور، ڈاکو اور شریر لوگ فساد اور برائی کے لیے نکلتے ہیں، اسی طرح اور بھی بہت سے خطرات ہیں جو رات میں پوشیدہ ہوتے ہیں، (تفسیر کبیر: ۳۱/ ۱۹۰)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس برائی سے جو رات میں ہوتی ہے جب نیند لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے، اور بہت سے نقصاندہ اور موذی جانور پھیلتے اور بکھرتے ہیں"، کیونکہ شیاطین لوگوں کے گھروں میں رات گزارتے ہیں، "بسم اللہ" پڑھنا، اللہ کا ذکر کرنا اور خاص طور پر سورہ بقرہ اور آیت الکرسی کا پڑھنا انہیں گھر سے باہر نکال دیتا ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اندھیرا چھا جائے تو بچوں کا خیال رکھا کرو، کیونکہ شیاطین لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں کثرت سے داخل ہوتے ہیں،" (متفق علیہ)

اور فرمایا: "إذا کان جنح اللیل، أو أمسیتم، فکفوا صبیانکم، فإن الشیاطین تنتشر حینئیا، فإذا ذهب ساعة من اللیل فحلوهم، وأغلقوا الأبواب، واذ کروا اسم الله، فإن الشیطان لا یفتح باباً مغلقاً " ترجمہ: یعنی جب رات تاریک بوجائے یا شام کا وقت بوجائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں، پھر جب رات کی ایک گھڑی گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو اور دروازے بند کرو اور اس وقت الله کا نام لو کیونکہ شیاطین بند دروازوں کو نہیں کھولتے" (بخاری: ۱۳۰۴)

محترم قارئين:

اگر چہ "شَرِّمَاخَلَقَ" تمام برائیوں کو شامل ہے، لیکن تین برائیوں کے نام ان کی اہمیت کی وجہ سے الگ سے ذکر کیے گئے ہیں: "غَاسِقِ إِذَا وَقَبَ-النَّقُ ثُتِ فِي الْعُقَى -مِنْ شَرِّ حَاسِيا إِذَا حَسَلَ "پناه مانگنا ہر حال میں لازم ہے، خواہ وہاں خطرہ ہو: "مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" یا اسے کمال حاصل ہورہا ہو: "فَإِذَا قَرَاتَ الْقُرُانَ فَاسُتَعِنُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطِي الرَّحِيْمِ مِنَ الرَّحِيْمِ مِنَ الشَّيُطِي الرَّحِيْمِ مِنَ الشَّيْطِي الرَّحِيْمِ مِن السَّلَ عَلَى الله مانگ لیا کرو" لگو تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو"

سورہ فلق میں ہم تین بیرونی برائیوں سے ایک الٰہی صفت میں پناہ لینے ہیں، (غَاسِقِ، تَفُّیٰتِ اور حَاسِدٍ کے شر سے"بِرَبِّالْفَلَقِ" کی صفت سے پناہ مانگتے ہیں) جبکہ سورہ ناس میں اس کے برعکس ہے، ایک اندرونی خطرے کے مقابلے میں ہم تین الہٰی صفات میں پناہ لیتے ہیں،(دل کے برے وسوسے سے "برب الناس،ملک الناس اور الم الناس"والی صفات کے ساتھ پناہ

انسان رات کے اندھیرے سے کیوں ڈرتے ہیں؟ آپ لوگوں نے محسوس کیا ہوگا کہ جب رات آتی ہے تو ایک قسم کا انجانا سا خوف تمہارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، علماء نے جس طرح سے اس شعبے میں تحقیقات کی ہیں وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسان رات کے اندھیرے سے زیادہ ڈرتا ہے، اور آنسانی جسم رات کو زیادہ چوکنا اور حساس رہتا ہے یہ صفت اسے اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملی ہے۔

محققین نے اپنی تحقیق میں یہ معلوم کیا کہ جو لوگ رات بھر اکیلے رہتے ہیں ، یہاں تک کہ کسی روشن کمرے میں بھی ہوں وہ خوفناک تصاویر اور آوازوں سے زیادہ ڈرتے ہیں ، انسانی جسم رات کے وقت اپنی حالت بدلتا ہے اور اپنے اردگرد کے واقعات سے زیادہ آگاہ ہو جاتا ہے، یہ کیفیت انسان میں خوف و ہراس کا باعث بنتی ہے۔

یہ محقیقین اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ: انسان رات کے وقت ممکنہ دہشت آمیز واقعات کی علامت پر زیادہ ردعمل ظاہر کرتا ہے۔

اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے

وَمِنُ شَرِّ النَّفُّ ثُتِ فِي الْعُقَالِ ٥٠

اور میں جادوگر عورتوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، یعنی: وہ عورتیں جو گرہوں میں پھونکتی ہیں، جو اپنے جادو کے لیے گرہوں میں دم کرنے سے مدد لیتی ہیں، اور اس پر جادو کرتی ہیں، اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو گرہوں میں تھوک کر (پھونک کر) دوسروں پر جادو کرتی ہیں۔ جہاں تک اس آیت مبارکہ میں خواتین جادوگروں کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ مردوں کا، تو پھر صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں جادو کا زیادہ رواج تھا، اس بنا پر قرآن عظیم نے مردوں کی نسبت عورتوں پر زیادہ زور دیا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: "نقّٰیٰ" اگر صیغہ مبالغہ کے وزن پر لیا جائے تو اس صورت میں کہہ سکتے ہیں(اور) صبح کی رب کی پناہ لیتا ہوں"بہت سے جادوگروں کے شر سے" کہ اس صورت میں مرد اور عورتیں

دونوں کو شامل ہوگا،

"النَّفُّاتُ": جمع نفاثہ، پھونکنے والیاں، اس سے مراد فساد پیشہ چغل خور ہیں، (ملاحظہ فرمائیں: جزءعمّ طبّارہ، جزءعمّ شیخ محبّدعبدہ)یہ مبالغہ کا صیغہ

ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

کرہ میں پھونکنے کا لفظ جادو کے لیے استعارہ ہے (ملاحظہ ہو: تفہیم القرآن) جادو گر ڈور باندھ کر گرہوں پر تھوک کے ساتھ پھونک مار کر دم کرتے ہیں، اور پھر گرہیں کھول کر عوام کو دکھاتے ہیں فلاں مرد اور فلاں عورت کے میاں بیوی کا شادی کا باہمی بندھن کھل گیا ہے، یعنی ایک دوسرے سے الگ ہوگئے ہیں۔

کچھ خواتین اپنی خوبصورتی اور بول چال میں نرمی کی وجہ سے مردوں کے فیصلوں میں اثر انداز ہوتی ہیں اور "نفاثات"کی مثال بن سکتی ہیں۔ نمام اور چغل خور اپنے آپ کو ہمدرد اور محبت کرنے والے کے روپ میں ظاہر کرتے ہیں، ان کے سامنے، اور اس سے وہ بندھنوں اور رشتوں کو منقطع کرتے ہیں، لہذا جادوگر اور چغل خور بھی ایسا ہی ہیں۔

"نفاثات" کی مثالوں میں سے ایک جادو اور سحر ہے، اس لیے اس کی تعلیم اور اس پر عمل کرنا حرام ہے،

"العُقَدِ" (عُقَد) یہاں عُقِدہ کی جمع ہے، بمعنی گرہ کے ہیں، اس سے رشتے، انسانی روابطہ جیسے: میاں بیوی کا رشتہ، دوستی کا رابطہ اور دیگر روابطہ مراد ہیں، اور عُقد میں نفث، یعنی گر ہوں میں پھونکنا، اور شرعی و قرآنی بصیرت اور اصطلاح میں کسی مقصد تک پہنچنے کے لیے منصوبہ بندی کرنا، لیکن بہترین معنی جسے بیان کیا جاسکتا ہے، وہ سازش ہے: لیکن نفاثات صیغہ جمع مؤنث سالم کیوں آیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:یہ نفاثات والے روحوں والے ہیں، اور روحیں (نفوس) مؤنث مجازی ہے، اس لیے روحوں سے مطابقت رکھتی ہے، تو ان نفوس کے مصداق مرد اور عورت دونوں یہ سکتے ہیں۔

نفت: پہونکنا منہ کے لعاب کے ساتھ،یا اکیلے پہونکنا ہے، ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ:ان سے مراد لبید بن اعصم یہودی کی عورتیں تھیں جنہوں نے رسول اللہ پر جادو کیا تھا۔

اور حسد کرنے والے کے شر سے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے

اور اس شخص کے شر سے جو نعمتوں سے حسد کرتا ہے، اور ان کے زوال کی خواہش کرتا ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے:حسد وہ ہے جو دوسروں کی نعمتوں کو برباد کرنے کی خواہش کرتا ہے،یعنی: برا چاہنے

والا (بقرہ: ۱۰۹ ، نساء: ۵۴ ، اور سورہ فتح: ۱۵) لہذا حسود کی چال کو ختم کرنے اور اس کے مکرو فریب سے محفوظ رہنے کے لیے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے ، نظر بد بھی حسد کی ایک قسم ہے ، کیونکہ بری نظر وہی لگاتا ہے جو حسود اور بد جنس اور خبیث النفس ہو ، تو بالخصوص اور عام طور پر خدا کی پناہ مانگنی چاہیے ، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے اور نقصان دہ ہے ، اس سے ڈرنا چاہیے اور جادوگروں کے جادو سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

اس سورت میں ہمارا رب العزت اپنے بندوں کو عمومی طور پر حکم دیتا ہے، کہ انسان خود کو تمام شیطانی مخلوق کے شر اور مصائب سے بچائے، پھر اسی سورت کی تیسری، چوتھی اور پانچویں آیت میں برائیوں کے تین اہم ذرائع کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ: اندھیری رات، چغل خور سازشی اور حسد کرنے والے بدخواہ۔

"وَمِنْ شَرِّ عَاسِدٍ إِذَا عَسَنَ" حاسدوں کے شر سے رب العظیم کی پناہ لینا، یعنی: جب حسد کرنے والا شخص اپنا حسد ظاہر کر کے اس کے مطابق عمل کرتا ہے، کیونکہ جو شخص اپنا حسد ظاہر نہیں کرتا اور اسے چھپاتا ہے تو اس سے اس شخص (یعنی محسود)کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، لیکن وہ ایسا کر کے اور اپنے اس حسد کے ساتھ خود کو نقصان پہنچاتا ہے خواہ وہ دوسروں کو ملنے والی بھلائیوں پر افسوس کرتا یا تکلیف اٹھاتا ہو، یا ان کو ملنے والی خوشی سے متاثر ہوتا اور ہمیشہ غمگین رہتا ہو، حسد کرنے والے کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زندگی بھر اپنے دن رات حسد اور غم میں گزارتا ہے، خوشی اور مسرت اس کے چہرے پر کبھی نظر نہیں آتی، وہ اپنی زندگی غم زدہ لوگوں کی طرح اداسی میں گزارتا ہے، یہاں تک کہ اس کی خوشی کے لمحات بھی غم اور اداسی میں گزارتا ہے، یہاں تک کہ اس کی خوشی کے لمحات بھی غم اور اداسی میں

حاسد:حسد کے مادہ سے ہے، جس کا مطلب ہے دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا، یعنی: کوئی شخص، خواہ مرد ہو یا عورت کسی نعمت سے نوازا گیا ہو، چونکہ یہ دوسروں کے لیے ناقابل برداشت کیفیت ہے، کیونکہ اس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے، تو وہ الله تعالٰی سے مانگے کہ اس یہ نعمت سے محروم کرے اور اس سے چھین لے، اس حالت کو حسد کہتے ہیں۔

حاسد: یعنی وہ شخص جس کے وجود میں یہ صفت ہو، جب تک یہ صفت اس کے اندر ہے،نقصان اسی کو پہنچے گا،لیکن جب وہ اس کو عملی جامہ پہنانا شروع کردے، اور کوئی ایسا کام کردے جس سے دوسرے سے

رحمت کے ظہور سے محروم ہوجائیں ، پھر انسان کو ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے جن کو وہ نہیں جانتا۔

علماء نے کہا ہے: اس مقصد کے لیے رب تعالی نے حسد اور حاسد کے مرض پر آس لیے تاکید فرمائی ہے اور اس سورہ میں اس کا خاص اسلوب سے ذکر فرمایا ہے کہ: حسد انسان ، جانوروں اور دوسری چیزوں کو نقصان پہنچاتا ہے ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "المؤمن یغبط، والمنافق یحسن" ترجمہ: " اہل ایمان رشک کرتے ہیں، اور منافق حسد کرتے ہیں"۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حسد پہلا اور سب سے بڑا گناہ ہے جس کی وجہ سے ہمارے عظیم رب کی پہلی نافرمانی آسمانوں اور زمین میں ہوئی: کیونکہ جنت میں ابلیس آدم سے حسد کرتا تھا اور زمین پر قابیل ہابیل سے حسد کرتا تھا، پس حاسد منفور اور مطرود ہے۔

علماء کرام نے بھی یہ کہا ہے کہ: جادو، آنکھ کا شر، آور حسد وغیرہ اس طرح کی چیزیں بذات خود کوئی اثر نہیں رکھتیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے عمل اور اثر سے موثر ہوتی ہیں، لہذا اثر صرف ظاہری طور پر ان چیزوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں اثر پیدا کرنے والا الله تعالیٰ ہی ہے، جیسا کہ ہاروت اور ماروت کے جادو کے بارے میں فرمایا ہیں: "وَمَاهُمُ بِضَاّرِيْنَ بِهِمِنَ آحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ ٠٠ (سوره بقره: ١٠٢) ترجمہ: "اور وہ اس کے ساتھ ہر گز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے، مگر اللہ کے اذن کے ساتھ"۔

لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ ان چیزوں کے ذاتی طور پر اثر کا نہ ہونا اور وبائی امراض مثلاً طاعون اور تپ دق کے ذاتی اثر نہ ہونے کے باوجود شرعاً ان سے حتی الامکان بچنا ضروری ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے اور کوڑھ کے بیمار سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح عمر ؓ نے اپنے چچا کے ساتھ طاعون کی بیماری کے وقت آیسا ہی کیا تھا اور صحابہ کرام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ علماء نے دم اور دعا کا سہارا لینا جائز قرار دیا ہے، کیونکہ جب رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تو جبرئیل نے ان کے لیے دعا فرمائی اور دم کیا، جیسا کہ گزرا۔

حدیث شریف میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے تمام در دوں سے شفایابی کے لیے ہمیں یہ دعا

18





سکھائی: "بسم الله الکریم، أعوذ بالله العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار" ترجمہ: میں بڑے الله کے نام سے شروع کرتا ہوں اور عظمت والے الله کے واسطے سے ہر بھڑ کتی رگ اور آگ کی گرمی کے شر سے پناہ مانگتا ہوں"۔

حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ: جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرے تو اس پر سات مرتبہ پڑھے: "أسال الله العظیم، رب العرش العظیم أن یشفیك" ترجمہ: "میں عظمت والے الله سے جو عرش عظیم کا مالک ہے، سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفاء عطا فرمائے۔آمین:

حدیث شریف میں حضرت علی رضی الله عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ:
رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب بھی کسی بیمار کی عیادت کے لیے تشریف
لے جاتے تو اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ دعا پڑھتے: "أذهبالباسربالناس،
اشف أنت الشافی، لاشافی إلا أنت " ترجمہ: "اے سب انسانوں کے پالنے والے! تو
تکلیف کو دور فرما کر شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء
کے علاوہ اور کوئی شفاء نہیں، ایسی شفاء کہ بیماری ذرہ بھی باقی نہ رہ
جائے "۔

حضرت ابن عباسٌ سے مروی حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ:رسول اللہ کے حضرت ابن عباسٌ سے مروی حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ:رسول اللہ کے حضرت حسن اور حسینؓ کو تعویذ دیتے تھے، (یعنی ان کے لیے الله سے پناہ مانگتے تھے) اور فرماتے تھے: "أعین کہا بکلہات الله التامة من کل شیطان و هامة، ومن کل عین لامة " ترجمہ: "میں تم دونوں کو الله تعالٰی کی حفاظت میں دیتاہوں ہوں تمام جن و آسیب سے اور ہر بری نظر سے"۔

حدیث شریف میں حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی سے یہ بھی مروی ہے

کہ: ایک دن مجھے شدید درد ہوا اس درد کی شدت اتنی بڑھ گئی تھی کہ
میں تقریبا ختم ہوگیا تھا، میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا،آپ نے
نے فرمایا: اپنا دایاں ہاتھ اس درد کی جگہ پر رکھو اور سات بار کہو: "
بسم الله، أعوذ بعزة الله وقدرته من شرما أجدوا حاذر"، ترجمہ: "میں الله تعالٰی کی
عزت اور اس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو
میں محسوس کرتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں"چنانچہ میں نے ایسا ہی
کیا عظمت والے رب نے مجھے شفا بخشی۔

خیر اور شر

لفظ"خیر" (خیر) کے لغوی مادہ سے ہے،ہر اس چیز کے معنی میں ہے جس میں فائدہ، اچھائی اور بھلائی ہو،اس کی بہت سی مثالیں ہیں،جیسے:مال،علم نافع وغیرہ ،کہتے ہیں کہ: خیر شر کے مقابلے میں ہے؛

اور اس میں ایک قسم کی فضیلت اور برتری ہے(لسان العرب،جلد۴،صحفہ۴۶۲؛کتاب العین،جلد۴ صفحہ ۲۶۴) معجم العرب،جلد۴،صحفہ۴۶۶؛کتاب خیر کے بارے میں لکھتے ہیں: "الخیر:ما فیه نفع و صلاح، و هو ضال الشر، فالمال خیر، و الخیل خیر، و العلم النافع خیر، و فی التنزیل العزیز: بیراگ الحکی کُلِ شَیْءِ قَرِیْرٌ" (آل عمر ان آیت: ۲۶)

وقوله تعالى: "فَقَالَ إِنِّيَّ آخْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيٍّ ٥٠ (سوره ص: ٣٢)

جو شخص قیامت پر یقین رکھتا ہے اس کے نقطہ نظر سے خیر اور شر کی تعریف اور تشریح یہ ہے کہ جو چیز انسانی ارتقا کا سبب بنتی ہے اور اسے خدا کی طرف لے جاتی ہے وہ خیر ہے، اور جو کچھ بھی تنزلی،پستی اور اللہ تعالی سے دوری کا سبب ہو وہ برائی ہے، ہر کمال اچھائی اور ہر نقص شر ہے۔

اچھائی اور ہر نقص شر ہے۔ راغب اصفہانی خیر اور شر کے بارے میں لکھتے ہیں: خیر: لغت میں وہ چیز ہے جس میں ہر کوئی دلچسپی رکھتا ہو،

دوسری طرف، شر: وہ چیز ہے جس سے ہر کوئی نفرت کرتا ہو: "الخیرما یرغب فیه الکل، کالعقل مثلاً والعدال والفضل والشیء النافع و ضدہ الشر "(راغب اصفہانی، مفردات، صفحہ ۱۹۰)" الشر الذی یرغب عنه الکل، کہا ان الخیر هو الذی یرغب فیه الکل" (راغب اصفحانی، مفردات، صفحہ: ۱۵۷)

قرآ ن عظیم سورة البقرة آیت: "۲۱۶" میں کہتا ہے: "وَعَلَى اَنْ تَكُرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَیْئًا وَهُوَ شَیْئًا وَهُوَ شَیْئًا وَهُوَ شَیْئًا وَهُو شَیْئُو اَللهٔ یَعْلَمُ وَانْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اللهُ اللهِ وَمُعَلِّمُ وَانْتُمْ وَانْتُمْ وَانْتُمْ وَانْتُو مِنْ وَانْتُو مِنْ وَانْتُمْ وَانْتُمْ وَانْتُو مِنْ وَانْتُمْ وَانْتُ وَعَلَیْمُ وَانْتُمُ وَانْتُمْ وَانْتُمُ وَانْتُمْ وَانْتُمْ وَانْتُمْ وَانْتُمْ وَانْتُوا شَیْعُوا شَیْعُونُ مُونَا وَانْتُوا شَیْعُونُ مُنْ وَانْتُمْ وَانْتُوا فَانْتُوا فَانْتُوا فَانْتُوا فَانْتُوا وَانْتُوا فَانْتُوا وَانْتُوا وَانُوا وَانْتُوا وَانْتُوا وَانْتُوا و

ترجمہ: " اور ہوسکتاہے کہ تم ایک چیز نا پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتاہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتاہے اور تم نہیں جانتے "

محترم قارئين:

خیر اور شر ہماری زندگی میں واقع ہونے والے اتفاقات اور واقعات میں سے ہیں، جو ظاہری طور پر محسوس نہیں ہوتے ، لیکن ممکن ہے کسی چیز میں ظاہری اچھائی ہو، جب کہ اس کا باطن شریا اس کے برعکس ہو۔ اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر چیز میں برائی کا احتمال ہوتا ہے،حتی کہ علم،صدقہ،شخصیات اور عبادت جیسے کمالات میں آفت ہوتی

ہے، علم کی آفت:غرور ہے، احسان کی آفت: احسان جتانا ہے، عبادت کی آفت: تکبر،خود غرضی، غرور ہے، شجاعت کی آفت: ظلم اور تجاوز، یعنی: بے باکی، بے پرواہی، جرأت، ہمت، بہادری، دلیر اور نڈر ہونا ہے۔

خطرے کے تین اصول ہیں: دشمن کے حملے کی تیاری، حملے کے لیے موزوں مواقع جیسے اندھیرا، بلوں اور کمزور مقامات کی موجودگی۔

ہمارا رب ہم انسانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ خیر اور شر کو سمجھنے میں زیادہ غوروفکر کرے،اور اشیاء کی ظاہری حالت پر اپنا دل خوش نہ کرے، اپنی زندگی کے تمام معاملات اور حالات میں ہمیں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ صرف وہی ہے جو ہر چیز کے اچھے اور برے کو جانتا ہے اور وہ اپنے بندے کے لیے خیر کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔

یہ مبارک آیت ہم انسانوں کو سکھاتی اور رہنمائی کرتی ہے کہ:ہمیں کسی چھوٹی نیکی پر اتنا غرور نہیں کرنا چاہیے کہ ہم اپنی حیثیت کم کر دیں،یا ہمیں کسی برائی یا پریشانی سے زیادہ غمگین اور متاثر نہیں ہونا چاہیے،ہمیں دونوں حالتوں میں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے، اور پختہ یقین کرکھنا چاہیے کہ اچھائی اور برائی اللہ کی طرف سے ہے، یہ فطری بات ہے کہ وہ بہتر سمجھتا ہے اور ہم چیزوں کے نتائج سے بے خبر ہیں۔

بنیادی طور پر،شر خیر کے مخالف ہے، اور جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا خیر ہم انسانوں کے معاملے میں ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو ہمارے وجود اور ہماری مرضی سے ہم آھنگ ہو اور اور یہی ہمارے حقیقی ارتقاء کا سبب ہو۔

اور شروہ چیز ہے جو ہماری خواہش سے موافق اور ہم آھنگ ہوکر ہماری اصل پسماندگی اور تنزلی کا باعث بنتی ہے۔

علماء خیر اور شر کو تین طرح تقسیم کرتے ہیں

- 1 مطلق خیر: جس میں کوئی برائی نہ ہو، جیسا کہ ہمارا رب جو کہ مطلق
- 2 مطلق برائی: وہ چیز جس میں کوئی مثبت پہلو نہ ہو، ایسی چیز اس دنیا میں ہرگز وجود نہیں رکھتی۔
- 3 وہ نسبی اچھائی اور برائی جو مندرجہ بالا دو قسموں کے درمیان ہے،خیر اور شر(نیکی اور بدی)الله کی طرف سے ہے۔
 - أ) مطلق خير
 - ب) مطلق شر
 - ت) نسبی خیر اور شر





مطلق خیر وہ ہے جس کا کوئی منفی پہلو نہ ہو،

مطلق شر اس کے برعکس ہے، یعنی: اس میں کوئی مثبت پہلو نہ ہو، مطلق شر اس کے برعکس ہے، یعنی: اس میں کوئی مثبت پہلو نہ ہو، اور نسبی خیر اور شر ان دونوں کے درمیان ہے، ایک موحد اور خد ا پرست کے نقطہ نظر سے ان اقسام کی دو طرح کے امکانات ہوتے ہیں: ایک محض نیکی، اور دوسری وہ جس کا خیر زیادہ ہو، لیکن جو خالص برائی یا اس کے برائی خیر سے زیادہ ہو، ہمارے رب عظیم کی طرف سے اس کا وجود ممکن نہیں ہے، کیونکہ ہمارا پروردگار حکیم ہے، اور حکیم ذات سے برے کام سرزد نہیں ہوتے۔

فلسفیوں اور سائنس دانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ شر آخری تجزیہ میں برائی عدم کی طرف لوٹتی ہے، اور اس سے جو وجود پیدا ہوتا ہے وہ

الله تعالَى تمام چیزوں کا خالق ہے،خواہ خیر ہو یا شر،صرف الله ہی ہے جو پیدا فرماتا ہے، جب تک ارادہ نہ کرے نہ کوئی خیر ہم تک پہنچے گا اور نہ کوئی شر، پس رب ہی تمام چیزوں کا خالق ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: "قُلِ اللهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءِ وَّهُوَ الْوَاحِلُ الْقَهَّارُ ١٠٥" (سورہ رعد: ١٤) ترجمہ: "کہہ دے الله ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے."۔

اچھائی اور برائی دونوں الله کی تخلیق ہیں، تاہم خدا تعالٰی شر اور فساد سے راضی نہیں ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: "اِن تَکْفُرُوا فَانَ اللهَ غَنِیُّ عَنْکُمُّ ﴿ وَلَا يَرُضَى لِعِبَادِةِ الْکُفُرِ ﴿ وَإِنْ تَشُکُرُوا يَرُضَهُ لَکُمُ ﴿ وَالرَّهُ وَالْكُمُ وَالْتُرْضَهُ لَکُمُ ﴿ وَالْدِهِ الْکُفُرِ ﴿ وَاللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُهُ عَلَى اللهُ عَلَى

ترجمہ: "اگر تم ناشکری کرو تو یقینا اللہ تم سے بہت بے پروا ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کریگا"۔

یعنی:اگر تم کفر کرتے ہو تو جان لو کہ خدا کوتمہاری ضرورت نہیں ہے، ہے،یعنی خدا تعالٰی کو تمہارے ایمان اور عمل کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ تم اس کے محتاج ہو،کیونکہ تم ہی کفر اور ایمان سے فائدہ اٹھانے والے ہو، "لیکن الله تعالٰی اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا، "اس لیے وہ کفر کا حکم بھی نہیں دیتا، حالانکہ ہر چیز اس کی مرضی کے مطابق ہے،تمہاری مرضی اور چاہت نافذ العمل نہیں ہے،مگر یہ کہ الله تعالٰی خود چاہے،لہذا عظمت والے رب کی مشیت کچھ ہے، اور اس کی مہربانی، محبت اور حکم کچھ اور ہے،"اور اگر تم شکر ادا کرو" ایمان ، عبادت اور عمل صالح کے ساتھ" تو اسے تمہارے لیے پسند کرے گا" الله تعالٰی کا اپنے عمل صالح کے ساتھ" تو اسے تمہارے لیے پسند کرے گا" الله تعالٰی کا اپنے

بندوں کے لیے شکر گزاری کو پسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ:شکر دنیا اور آخرت میں ان کی سعادت اور خوشبختی کا باعث ہے، الله تعالٰی نیکی پیدا کرتا ہے اور جو اس سے مانگتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے،اور الله تعالٰی شر کو پیدا فرماتا ہے:لیکن وہ اس سے راضی نہیں ہوتا جو اسے مانگتا

ہے۔ ہرست ہے کہ اللہ تعالی شر کا خالق ہے،لیکن رب تعالی کے اعمال لہذا یہ درست ہے کہ اللہ تعالی شر کا خالق ہے،لیکن رب تعالی کے ہیں ہوا شر نہیں ہیں، دوسرے لفظوں میں،شر خدا کے اعمال سے جاری نہیں ہوا اور وہ برائی کا ارتکاب نہیں کرتا، بلکہ اس کے بندے اس کا ارتکاب کرتے ہیں،یعنی اپنے اعمال سے اسے حاصل کرتے ہیں،چونکہ خدا تعالی کا یہ طریقہ ہے کہ انسان آزمائش کے میدان میں آزمائے جائیں اور ان کو یہ اختیار ہو کہ خیر یا شر کا راستہ اپنا لیں،ممکن ہے کہ کچھ لوگ اپنی مرضی سے شر کا راستہ اپنا لیں،ممکن ہے کہ کچھ لوگ اپنی مرضی سے شر کا راستہ مانگیں تو یہ اللہ تعالی ہی ہے جو ان کے لیے وہ عمل(برائی)پیدا کرتا ہے،لیکن وہی لوگ ہیں جو شر اور برائی کماتے ہیں،اور اللہ ان کے عمل سے راضی نہیں ہوتا،لیکن اس کا طریقہ انسانوں کے آزاد ہونے پر اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لیے اچھائی اور برائی پیدا کرے تاکہ وہ انتخاب کرنے میں آزاد ہوں۔

اور یہ کہ پیغمبرﷺ نے فرمایا: "وَالشِّرُ لَیسَ إِلَیكَ" علامہ البانی تنے كتاب "صفة الصلاة" میں اس کی وضاحت کی ہے: کہ برائی اور شر خدا تعالی کی طرف منسوب نہیں کیے جاتے ، کیونکہ برائی اس کے اعمال میں سے نہیں ہے، بلکہ اس کے سارے کام خیر ہی ہیں،کیونکہ اس کے کام عدل ،فضل اور حکمت کے گرد گھومتے ہیں، وہ خیر ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے، شر اس لیے شر ہے کہ اس کا انتساب عظمت والے رب کی طرف سے منقطع ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں: اچھائی اور برائی کا حقیقی خالق خدا ہے، برائی خدا کے بعض مخلوقات میں ہوتی ہے نہ کہ اس کی تخلیق اور عمل میں،اس لیے وہ اس ظلم سے پاک اور منزہ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر غلط جگہ پر رکھی جائے، ہمارا عظمت والا رب چیزوں کو اس کی اصلی جگہ کے علاوہ کہیں نہیں رکھتا جو کہ سراسر خیر ہے۔

شر: کسی چیز کو اس کے مقام کے علاوہ کسی غلط جگہ پر رکھنا، پس جبکہ اپنی درست جگہ پر رکھنا شر نہیں ہے معلوم ہوا کہ برائی الله کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی، چنانچہ اگر کوئی شک میں مبتلا ہو کر

کہے کہ کیوں ہمارے رب نے کوئی ایسی چیز بنائی جس میں شر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: شر کا پیدا کرنا اور تخلیق کا عمل نیکی ہے،شر نہیں،کیونکہ تخلیق اور عمل اس کے اختیار میں ہیں۔

اس کی طرف شر منسوب کرنا ناممکن ہے، جو شر اور برائیاں مخلوق میں ہیں وہ اس کی طرف منسوب کیے بغیر پہچانی جاتی ہیں۔

اس کی طرف منسوب اعمال اور تخلیقات خالص نیکی ہیں،اس اہم مسئلے کی تحقیق مکمل طور پر ابن قیم کی کتاب"شفاءالعلیل فی مسائل القضاء والقدر

والحكمة والتعليل مي موجود بے، (صفحہ ١٧٨-٢٠٤) پر رجوع فرمائيں۔

محترم قارئين

جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ: شر کبھی خدا کی طرف سے پیدا نہیں ہوتا، جیسا کہ نبی کریم اپنے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت فرمایا: "لبیكوسعدیكوالخیر كلهبیدیكوالشرلیس إلیك" تو پھر ہم کیوں کہتے ہیں کہ تمام خیر اور شر الله کی طرف سے ہے؟

الله تعالٰی تمام چیزوں کا خالق ہے،خواہ خیر ہو یا شر،صرف الله ہی ہے جو پیدا فرماتا ہے،جب تک ارادہ نہ کرے نہ کوئی خیر ہم تک پہنچے گا اور نہ کوئی شر، پس رب ہی تمام چیزوں کا خالق ہے،جیسا کہ فرماتا ہے: "قُلِ الله خَالِق کُلِ شَیْءِ وَّهُوَ الْوَاحِلُ الْقَهَّارُ" (سورہ رعد: ۱۶) ترجمہ: "کہہ دے الله ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے،نہایت زبردست ہے"۔

اَچهائی اور برائی دونوں الله کی تخلیق ہیں، تاہم خُدا تعالٰی شر اور فساد سے راضی نہیں ہے، جیسا کہ فرماتا ہے" اِن تَکْفُرُوْا فَاِنَّ الله غَنِیُّ عَنْکُمُّ ﴿ وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْکُفُرُ ﴿ وَانْ تَشُکُرُوْا يَرْضَهُ لَکُمُ ﴿ وَالْ سُورِهِ زِمر : ٧)

ترجمہ: "اگر تم ناشکری کرو تو یقینا اللہ تم سے بہت بے پروا ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کریگا"۔

حسد

علماء اخلاق نے حسد کی تعریف یوں کی ہے: حسادت،کس کے لیے ایسی نعمت سے محروم ہونے کی آرزو ہونے کی آرزو کرنا جو اس کے لیے اچھی ہو،حسود چاہتا ہے کہ نعمت دوسرے بندے سے چھین جائے، چاہے وہ نعمت حسد کرنے والے کو ملے یا نہیں۔

الله تعالٰی نے اس دنیا میں مختلف مخلوقات پیدا کی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو کچھ خاص خصوصیات عطا کی ہیں،اور بعض کو دوسروں سے زیادہ

کامل بنایا ہے، مثال کے طور پر اس نے بے جان اشیاء کو وجود بخشا ہے،لیکن کسی جاندار کی نشونما ترقی ، غذائیت یا زندگی کی جہتوں میں سے کوئی جہت نہیں دی ہے۔

جب کہ پودوں کو غذائیت ملتی ہے، وہ بڑھتے بھی ہیں،لیکن ان میں کوئی ارادی حرکت نہیں ہوتی، جانور پودوں کی خصوصیات کے علاوہ اپنا دفاع کرتے ہیں اور ان میں حرکت بھی ہوتی ہے، اور وہ فطری طور پر گھر بنانے کا کام بھی کرتے ہیں ،لیکن سب سے بہترین اور کامل اشرف مخلوقات قرآن کی تعبیر کے مطابق اس دنیا میں انسان ہے،جس کی انفرادی طور پر ایسی خصوصیات ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں کہ انسانی وجود کی جہتوں کو دو جسمانی اور روحانی جہتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، کہ پوری انسانی زندگی کا خلاصہ ان دو جہتوں سے نمٹنے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے سے ہے۔

انسانی روح کی خصوصیات میں سے ایک خود سے محبت ہے، یعنی وہ اپنے لیے ہر وہ چیز چاہتا ہے جو اچھی اور خوشگوار ہو، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ دوسروں سے لیا جائے تاکہ وہ اسے ملے۔

عام طور پر اس معنی کو مادی معاملات میں استعمال کیا جاتا ہے، خوراک، لباس، مکان، بیوی، اولاد، رتبہ، دولت، لقب اور شہرت جیسی چیزوں میں اور مختصر یہ کہ وہ چیزیں جو نفسانی جہتوں اور مادی پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن روحانی معاملات میں رشک کرنا مطلوب ہے، روحانی اور اللہی پہلوؤں میں حسد کرنا نہیں ہے، بلکہ خدا سے اس مقام کے حصول کے لیے رشک کرنا اور تمنا کرنا ہے، بغیر اس کے کہ دوسرے سے وہ چیز لینا چاہے، کبھی بھی یہ نہ سننا گیا نہ دیکھا گیا کہ انبیاء ایک دوسرے سے بوں، اولیاء ایک دوسرے سے یا دوسروں سے حسد کرتے ہوں، اولیاء ایک دوسرے معنویت کم ہوتی ہے حسادت اور مضبوط ہوتی اور بڑھ جاتی ہے، اگر اس بیماری کو جڑ سے نہ اکھاڑا جائے اسے نظر انداز کیا جائے تو دن بہ دن جڑ پکڑتی ہے، اور اپنے مالک کے قول و فعل میں بہت ساری ایسی بیماریوں کا سرچشمہ بن جاتی ہے، کہ اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے۔

حسد کی بیماری کا علاج

حسد دل کی ایک مہلک بیماری ہے، جو برے اور خبث باطن رکھنے والے لوگوں سے پیدا ہوتی ہے، وہ لوگ جو دوسروں کی بھلائی، خوشی اور خوشحالی دیکھنا برداشت نہیں کرتے، خیر جس کے پاس ہے اس کے لیے نہیں چاہتے، صرف اپنے لیے چاہتے ہیں، لہذا ایسے لوگ جو دوسروں کی خوشحالی اور نعمتیں برداشت نہیں کرتے ، جب دوسروں کو خوشحال

دیکھتے ہیں تو ناپسند کرتے ہیں، ایسے لوگ حسد کرنے والوں میں سے ہیں، اگرچہ دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا اور خواہش نہیں کی ہو، حسد کی خطرناک اور مہلک بیماری کا علاج درج ذیل چیزوں سے کیا جاتا ہے:

اول: یہ کہ حسد کرنے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ نعمت ہمارے عظیم رب کا فضل، کرم اور مہربانی ہے، رب العزت کا فرمان ہے: "اَمُ یَحُسُدُونَ النَّاسَ عَلَی مَا اللهُ مِنْ فَضُلِهِ ٥٠ (سورہ نساء: ۵۴) ترجمہ: "یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے"

یہ ہمارا عظیم رب ہے جس نے لوگوں کو ہر طرح کی نعمتیں اور اچھی چیزیں عطا کی ہیں، حسادت کا مطلب تقدیر الہی سے مطمئن نہ ہونا ہے، جب بھی مؤمن کو یہ معلوم ہوجائے گا، وہ اس فطرت اور مزاج سے چھٹکارا حاصل کرلے گا۔

دوسرا: ایک مسلمان کو معلوم ہوناچاہیے کہ حسادت سے جو چیز وہ حاصل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس کی نیکیاں ختم ہوجاتی ہیں، اس لیے ہم کہتے ہیں: "الْحَسَدُیأُکُلُ الْحَسَدَاتِ کَهَا تَأْکُلُ النّارُ الْحَطَبُ" ترجمہ: "حسد نیکیوں کو ایسے کہا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کہا جاتی ہے۔"

سوم: حسد کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ حسد سے سوائے غم اور تکلیف کے کچھ نہیں بڑھتا، بندوں پر رب کی رحمتیں جتنی زیادہ ہوتی ہیں، اتنا ہی حاسد حسرت محسوس کرتا ہے۔

چوتھا: حاسد کو یہ بھی معلوم ہوجانا چاہیے کہ اس کا حسد اس شخص تک خدا کا فضل پہنچنے سے نہیں روک سکے گا، تو پھر اس کو جاننا چاہیے کہ اس کے حسد کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

پانچواں: حسد کرنے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب بھی اسے حسد آتا ہے تو وہ اپنے مفادات اور خاص مفادات کو بھول جاتا ہے، آپ ایک حسود شخص کو دیکھتے ہیں جو دوسروں کے حالات، جائیداد، اولاد، علم وغیرہ کے بارے میں مسلسل تلاش اور دوسروں کی حیثیت کی جستجو اور پیچھا کرنے میں لگا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں جو انسان کو حسد سے بچنے میں مدد دیتی ہیں، اس موضوع پر غور و فکر کرنے سے اسے پہچانا جاسکتا ہے، (شیخ ابن عثمین، مجموع دروس فتاوی الحرم المکی: ۳۶۴-۳/۳۳) اور مجموع الفتاوی: ۱۲۹-۱۱۱۱) شیخ الاسلام ابن تیمہ رحمہ الله)۔





"حسادت" یعنی: دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی خواہش کرنا ایک بُری صفت ہے، اس لیے کہ یہ شیطان کی صفت میں سے ہے، حسد کرنے والا انسان ماضی اور حال کے بدترین انسانوں میں سے ہے، کیونکہ حسادت: خدا کی تقدیر اور تقسیم پر اعتراض کرنا ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ عظمت والے رب کی تقدیر اور تقسیم پر راضی ہوکر حسادت کو خود سے دور کرے، اور جو کچھ اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہ اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے، جیسا کہ پیغمبر صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لایؤمِنُ آحَکُ کُمُ حَتَّی یُجِبَّ لاَّ خِیهِ مَا یَحبُ لِنَفْسِهِ" (بخاری: ۱۳ اور مسلم فرماتے ہیں: "تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے"۔

مسلمان بھائی کی بھلائی چاہنے اور اس سے تکلیف دور کرنے سے انسان حسد کرنے سے بچ جاتاہے، ایسا کرنے والا حسد کرنے والوں میں شمار نہیں ہوتا، ایک مسلمان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے زیادہ کی امید رکھنی چاہیے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کی پناہ مانگے، اپنے اور اپنے اہل و عیال سے حسد کو دور رکھے، ہمارے رب العزت نے سورہ فلق میں اپنے نبی کو ہدایت کی ہے کہ حسد کرنے والے کے شر سے خدا کی پناہ مانگے جب وہ حسد کرنے والے کے شر سے خدا کی پناہ مانگے جب وہ حسد کرنے والے کے شر سے خدا کی پناہ مانگے جب وہ حسد کرنے والے کے شر سے خدا کی پناہ مانگے جب وہ حسد کرنے والے کے شر سے خدا کی پناہ مانگے جب وہ حسد کرنے لگے۔

حسد سے نجات کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صدقہ دے غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرے، خاص طور پر جب کوئی شخص مال و دولت حاصل کرتے اور اس کے پاس کوئی ضرورت مند ہو جو اس کی طرف دیکھے، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ ان کی مدد کرے، تاکہ ان کی آنکھیں بھر جائیں جو اس کی طرف امید لگائے دیکھ رہی ہیں، (شیخ صالح فوزان - کتاب المعوة - فتاوی 68/1)

كيا واقعى پيغمبر "اسلام پر جادو كيا گيا تها؟

روایات آور احادیث نبوی کے مطابق بشمول (صحیحین میں موجود احادیث کے) جو اس مسئلے کی تایید کرتی ہیں: ہم کہہ سکتے ہیں کہ: رسول الله صلی الله علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا، لیکن اس سحر اور جادو نے آپ کے مقام نبوت، شرعی مسائل اور وحی الہٰی کے معاملات پر کوئی اثر نہیں ڈالا، جادو کا اثر آپ پر اتنا نہیں تھا کہ اس سے وحی اور عبادت سے متعلق معاملات میں کوئی خلل واقع ہوا ہو۔

روایت کے مطابق جادو کا اثر اس حد تک محدود تھا کہ: رسول الله صلی

الله علیہ وسلم کا خیال ہوتاتھا کہ کچھ کام کیا ہے، جو آپ ؓ نے نہیں کیا ہوتاتھا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا کہ اس سحر اور جادو کو ایک شخص جس کا نام لبید بن اعصم یہودی تھا،اس نے کیا تھا۔(بخاری: ۱۹۳۹اور مسلم حدیث نمبر ۲۱۸۹)

ہمارے عظمت والا رب نے آپ کو اس سے نجات دی، اور آپ پر وحی بھیجی اور معوذتین (فلق،ناس) کے ساتھ دم کیے گئے، (بخاری:۵۷۳۵ اور مسلم ۲۱۹۲)

بعض لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ رسول اللہ پر جادو کیا گیا تھا، وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مان لیں کہ نبی پر جادو ہوا تھا تو ان ظالموں کے قول کی تصدیق لازم آتی ہے جو کہتے تھے: "اِن تَتَبِعُوْنَ اِلّارَجُلّا کَی قول کی تصدیق لازم آتی ہے جو کہتے تھے: "اِن تَتَبِعُوْنَ اِلّارَجُلّا مَسْحُوْرًا" (سورہ فرقان: ۸) ترجمہ: "تم تو بس ایسے آدمی کی پیروی کررہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے"۔

ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے"۔
اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی الله علیہ وسلم کا جادو ہونا ہرگز ان ظالموں کے باتوں کی تائیدنہیں ہے، جنہوں نے نبی کریم ؓ کو سحرزدہ آدمی کہا، کیونکہ ان کا دعوی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ جادو کیا گیا ہے، جو ان پر نازل ہوتا تھا ان کے خیال میں دھوکے جیسے سحر زدہ لوگوں کی طرح غیر متعلق اور بے ربطہ الفاظ تھے، لیکن قطعی حکم یہ ہے کہ: جو سحر نبی ﷺ پر ہوا تھا وہ وحی اور عبادت میں سے کسی بھی چیز پر اثر انداز نہیں ہوا تھا۔

محترم قارئين:

ترجمہ: "تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے ، جنہیں کتاب دی گئی تھی، الله کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا، جیسے وہ نہیں جانتے، اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے"۔

اُس آیت میں ہمارے عظیم رب نے واضح طور پر جادو کو شیاطین کا کام قرار دیاہے، چونکہ اللہ تعالٰی نے جنوں جیسے عفریت اور دوسرے





شیاطین کو سلیمان کے ماتحت رکھا تھا، اور اس وقت شیاطین جادو کا کام انجام دیتے تھے، اہل کتاب جو انتہائی کفر اور گمراہی میں زندگی گزار رہے تھے، انہوں نے جادو کو سلیمان کی طرف منسوب کیا، اور کہا کہ: جادو سلیمان کا کام ہے،لیکن چونکہ جادو کفر ہے، اور الله تعالٰی نے اپنے نبی سلیمان کو جادو سے محفوظ رکھا تھا، اور اس کی برائت کا اعلان کیا، فرمایا: "وَمَا کَفَرَسُلَیْہٰنُ" (سورۃ البقرۃ: ۲۰۱) "سلیمان جادو کے مرتکب نہیں ہوئے"، کیونکہ جادو کفر ہے، اور کفر انبیاء کی طرف سے ناممکن ہے۔"

پس یہ آیت دلیل ہے کہ جادوگر کافر ہے، اور فرماتے ہیں: "وَلكِنَّ الشَّلْطِیْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحُرِّ ﴿ (سورہ بقرۃ: ١٠٢) ترجمہ: " اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادہ سکھاتے تھے "۔

نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے"۔
اس جملے میں اللہ تعالٰی نے شیطانوں کو کافر کہا، کیونکہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، پس یہ معلوم ہوتا ہے کہ جادو کا سکھانا بھی کفرہے۔ پیغمبرﷺ نے فرمایا: "اجُتنِبُواالسّبُعَ الْبُوبِقَاتِقَالوا:ماھی،یارسولالله؛قَالَ:الشِّرُكُ بِاللّهِ وَالسِّعُرُ وَقَتُلُ النِّهُ النِّهُ اللهِ إِلَّ بِالْحَقِّ وَأَكُلُ مَالِ الْیتِیمِ وَأَکُلُ الرِّبَا وَالتَّولِّی یوْمَ الرِّحُو اللهِ وَقَتُلُ النِّهُ اللهِ اللهِ یَومَ الرِّحَفِ وَقَتُلُ النِّهَ الله کے رسول! وہ کون سے ہیں؟ فرمایا: الله کے ساتھ شرک، جادو، جس جان کا قتل الله نے حرام ٹھرایا ہے اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، لڑائی کے وقت دشمن کو پشت دکھانا (بھاگ جانا) اور پاک دامن ، بے خبر مؤمن عورتوں پر الزام تراشی کے: ""

سورہ بقرۃ کی ان آیات کے علاوہ جو جادو کے کفر اور جادو کی تعلیم و تعلم کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، دوسرے مختلف مقامات پر بھی جادوگر کے کفر کو ثابت کیا گیا ہے، اس حدیث میں حضور اکرم شخصے سحر کو شرک کے بعد قرار بڑا گناہ دیا ہے، اور خدا کے رسول السفین نے لوگوں کو ان اعمال کے ارتکاب سے ڈرانے کے لیے مختلف قسم کے جادو کا ذکر کیا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں: جادو کرنا ایک حرام عمل اور علماء کے اجماع کے مطابق کبیرہ گناہ ہے، رسول اللہ نے سحر کو سات مہلک گناہوں میں شمار کیا ہے جو انسان کو ہلاک کرتے ہیں، جادو کی بعض اقسام کو کفر، اور بعض اقسام کو کفر نہیں سمجھا جاتا، لیکن بہر صورت یہ بہت بڑا

گناہ ہے، اگر سحر اور جادو میں کفریہ کلام شامل ہو تو یہ کفر ہے، ورنہ یہ کفر نہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہے،الیکن اس کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے،(فتح الباری:۱۰/۲۲۴)سحر کے احکام کے بارے میں مزید معلومات کے لیے فتوی کی طرف رجوع کریں۔

علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ:کسی بیمار کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نجومی کے پاس جائے جو غیب جاننے کا دعوی کرتے ہیں، اور لوگوں کو اس طرح اپنے پاس بلاتے ہیں، اور ان کی قسمت کا حال یا بیماریاں بتاتے ہیں، اسی طرح کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جو خبریں کاہنوں کی طرف سے ملتی ہیں ان کی تصدیق کرے، کیونکہ وہ لوگ شک اور اندازے سے غیب کی باتیں کرتے ہیں، یا جنوں کو حاضر کرکے ان سے مدد مانگتے ہیں، ان کا کام کفر اور گمراہی ہے، کیونکہ یہ غیبی خبروں کا دعوی کرتے ہیں۔

امام مسلم(رحمتہ الله) اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسول الله ﷺ نے فرمایا: "مَن أَقَى عَرِّافًا فَسَأَلَهُ عَن شَيْ فَصَرِّقَهُ لَمَ تُقبَل لَهُ صَلاقٌ أَربَعِينَ يوماً " ترجمہ: "جو شخص کسی غیب کی خبریں سنانے والے کے پاس آئے (عراف وہ ہے جوکسی گم شدہ یا چوری شدہ مال کی نشاندہی کرے) اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے تو چالیس راتوں تک اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی"۔

حضرت ابو ہریرہ "نبی کریم اللہ علیہ و وایت کرتے ہیں کہ: " مَن اَنَی کاهِنَا فَصَدّ قَهُ عَمّیا صُلّم الله علیه و سلّم الله علیه و سلّم الله علیه و سلّم علیه و سلّم الله علیه و سلّم نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد "پر اتارا گیا ہے" (ابو داود: ۲۹۰۴). عمران بن حصین "سے مروی ہے کہ رسول الله صلی الله علیه و سلم نے فرمایا: "لیس منامن تطیر اُو تطیر له، اُو تکھن اُو تکھن له، اُو سحر له، وَمَن اُنَی کاهِنَا فَصَدّ قَهُ بَمَا یَقُولُ فَقَل کَفَر مَی اُن کالے یا جس کے لیے فال نکالا جائے، جو کاہن کے پاس جائےیا جادو کرے یا کروائے، کہانت کا پیشہ اختیار کرے یا جو کاہن کے پاس جائےیا جادو کرے یا کروائے، وہ ہم میں سے نہیں، جو کاہن کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد صلی الله علیہ و سلم کے دین سے کفر کیا" (بزار نے قوی سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے)۔



وہ علم غیب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں، جب کہ یہ (عقیدہ اور عمل) کفر

شمار ہوگا، کیونکہ ساحر اور کاھن جنات سے مدد لیے بغیر اور ان کی عبادت کیے بغیر اپنے مقصد کو نہیں پہنچ سکتے، جبکہ ایسا کرنا کفر اور شرک ہے، پاک اور منزہ رب پر، اور اس کی تصدیق کرنے والا بھی کفر اور شرک میں پڑ جاتا ہے، اور اس پر عقیدہ رکھنے والا بھی ان کی طرح ہوگا، اور جو شخص ان کاموں میں مشغول ہوگا، اور ان سے سحر اور جادو سیکھے گا، یقیناً اللہ اور اس کا رسول اس سے بیزار ہوں گے۔

جادو کی اقسام

جادو ایک شیطانی عمل ہے، اس سے مراد شیطانی تعوید میں دم کرنا، اور پھونکنا ہے، جو مسحور کے جسم کو متاثر کرتا ہے، اور قتل یا بیماری کا سبب بنتا ہے، یا میاں بیوی اور دوستوں میں تفرقہ ڈالتا ہے، اور تمام تاثیرات خدا کی مرضی اور تقدیر سے ہوتے ہیں، جیسا کہ عظمت والا رب فرماتا ہے:
"وَمَا هُم بِضَارِّینَ بِهِمِنَ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللهِ" (سورة البقره آیت: ۱۰۲) ترجمہ: اور وہ اس کے ساتھ ہر گز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر الله کے اذن کے ساتھ ہر گز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر الله کے اذن کے ساتھ ہر گز

الله تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور مؤمن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جادوگر کے شر سے صبح کے رب کی پناہ مانگیں، جادو کی ایک قسم تخیلی جادو ہے، جس میں دیکھنے والے کو کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے، اگرچہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: "سَحَرُوا أَعُینَ النّاسِ" (سورة الاعراف: ۱۱۶) اور فرماتا ہے: "فَإِذَاحِبَالُهُمُ وَعِصِیهُمۡ یَغَیلُ إِلَیهِمِن سِعْرِهِمۡ أَمّهَا تَسْعَی" (سورہ طہ: ۴۶) ترجمہ: "(جب انہوں نے چیزیں ڈالیں) یکایک ان کی رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے موسی موسی موسی کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں" یہ وہی جادوئی طریقہ تھا جسے صوفی نما چالبازوں نے رائج کیا۔

سحر کی اقسام

علماء جادو کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں:

پہلا گرہ لگانا اور پھونک مار کر دم کرنا، یعنی: وہ جادو اور منتر جو جادوگر استعمال کرتے ہیں(نقصان پہنچانے کیلیے) اللہ تعالی فرماتے ہیں: "وَاتَّبَعُوْا مَا تَتُلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلی مُلُكِ سُلَیَلِیْنَ کَفَرُوا یُعَلِّمُونَ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوا یُعَلِّمُونَ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوا یُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحُرِّ • • السَّیٰطِیْنَ کَفَرُوا یُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحُرِّ • • السَّیٰطِیْنَ کَفرون کے بیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا، لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے"۔

دوسرا: ایسی دوائیوں کے ساتھ جو جادو شدہ شخص کے جسم، دماغ، قوت ارادی اور خواہشات کو متاثر کرتی ہے یہ وہی چیز ہے جسے وہ خود "عطف": محبت پیدا کرنا، اور "صرف":نفرت بڑھانا، کہتے ہیں، "عطف" یہ ہے کہ کسی شخص کو اس کے بیوی یا کسی دوسری عورت کا اتنا چاہنے والا اور دل دار بنالیتے ہیں کہ وہ جانور کی طرح اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ جس طرح وہ چاہے اس پر حکمرانی کرے، اور "صرف" اس کے برعکس ہے، جو سحر زدہ کے جسم پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ اسے کمزور کردیتا ہے یہاں تک کہ وہ فنا ہوجاتا ہے اور ہر چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف تصور کرتا ہے۔

جادوگر کئے کفر میں علماء کا اختلاف ہے،بعض کہتے ہیں کہ وہ کافر ہوجاتا ہے، اور بعض کہتے ہیں وہ کافر نہیں ہوتا، لیکن جادو کی جو اقسام ہم نے بیان کی ہیں، ان کے مطابق جادوگر کا حکم واضح ہوجاتا ہے کہ جو شخص شیطانوں کی مدد سے جادو کرتا ہے وہ کافر ہوجاتا ہے، اور جو کوئی دوا سے جادو کرتا ہے وہ کافر نہیں ہوتا، بلکہ گنہگار ہوجاتا ہے۔ سے سے بچنے کا جوابی اقدام

ترجمہ: "اس کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے آئے والے کئی پہرے دار ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے، یہاں تک کہ وہ اسے بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں"۔

لہذا یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر انسان کے لیے ہر حال میں فرشتے مقرر کیے گئے ہیں، جو اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق اس کی حفاظت کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں، فرشتے انسانوں کو جنات کے

ضرر سے بچاتے ہیں، اور وہ خدا کے حکم کے مطابق اس کے معاملات کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن جب مقدر کا معاملہ آجائے تو ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

یہ محافظ فرشتے ہیں جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں، اور اسے ہر سمت اور پہلو سے اپنی نگرانی میں رکھتے ہیں، لیکن الله تعالی کی اطاعت سے اس کی نافرمانی کی طرف پلٹنا یہ عزت سے ذلت کی طرف جانا ہے، جو کوئی بھی خدا کی اطاعت کو چھوڑ کر گناہ کی طرف پلٹنا ہے تو وہ خدا کے حکم سے فرشتوں کی نگرانی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اس لیے شیاطین، جادو ، حسد، بری نظر اس پر ثرانداز ہوسکتی ہیں۔

لیکن جادو کے خاتمے کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ لازما شیاطین کی طرف رجوع کرلے، کیونکہ جادوگروں اور کاھنوں کے ذریعہ شیاطین کی طرف رجوع کرنا حرام ہے، لہذا سحر کو باطل کرنے کے لیے دعا،دن اور رات کے اذکار، قرآن کی تلاوت، نماز اور شرعی دم درود کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور گناہوں کو چھوڑنا چاہیے۔

جادوگر، نجومی اور کاہن کے پاس جانا

جادو بنیادی طور پر ایک شیطانی علم ہے، جو خارق العادہ، غیر معمولی چیزوں سے مشابہت رکھتا ہے، لیکن وہ خود کوئی خارق العادہ چیز نہیں ہے، کیونکہ اول تو یہ سیکھا جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جادوگر اور اس جادوئی عمل کا ارتکاب کرنے والا وہ آخری شخص نہیں ہے جو شیطانی توجہ اور تلقین کے ساتھ عادت کے راستوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہا ہو، بلکہ دوسرے لوگ بھی اس کا علم حاصل کر کے اس کی طرح کا عمل کرسکتے ہیں، اور جادو گروہ شخص ہے جو اس شیطانی علم کے ماتحت رہ کر الھامات، توجھات اور شیطانی منتروں کے ذریعہ غیر معمولی چیزوں کے مشابہ کام کرتا ہے،کیونکہ یہ شیطانی اعمال اس اعتبار،معجزات اور وقار کے درجے سے جو اللہ تعالٰی نے ابنیاء کو عطاکی ہیں فرق رکھتا ہے۔

جادوگروں، نجومیوں، کاہنوں اور ان جیسے لوگوں کے پاس جانا جائز نہیں ہے، اور ان سے سوال کرنا اور ان کی بات کی تصدیق کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور ان سے تیل اور دیگر اشیاء سے ان سے علاج کروانا بھی جائز نہیں ہے، پیغمبرﷺ نے ان کے پاس جانے، پوچھنے اور اس کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے بھی کہ وہ علم غیب کا دعوی کرتے ہیں، اور لوگوں سے جھوٹ بولتے ہیں، اور عقیدے سے انحراف کی طرف بلاتے ہیں۔

ایک (صحیح) حدیث آپﷺ سے روایت ہوئی ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: "جو

کوئی جادوگر کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھے اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں ہوگی"۔

اسی طرح رسول اللہ نے فرمایا: "جو شخص کسی جادوگر یا کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے محمد(ﷺ) پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس کا انکار کیا"۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے: "جو شخص جادو کرتا ہے، یا اس کے لیے جادو کا عمل انجام پائے، یا بدشگونی کرتا ہے، یا اس کے لیے بدشگونی ہوئی ہے، یا کہانت کرے، یا اس کے لیے کہانت کی جائے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں:

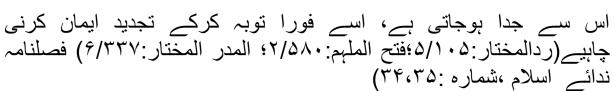
الله تعالٰی نے جس علاج کو حلال قرار دیا ہے وہ شرعی رقیہ (تعویذ)اور دوائیاں ہیں، جو اچھے عقیدے والے اور نیک سیرت لوگوں کے ہاں جائز ہیں، اور وہ بھی اتنا ہوکہ کفایت کرجائے ، اور الله تعالٰی کا شکر ادا ہو جائے(والله ولی التوفیق)، (شیخ عبدالعزیز بن باز)

جادو اور ٹونے کا عمومی حکم

جادو کے کام اور سحر کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے جس کی حرمت قرآن و سنت سے ثابت ہے، اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، حتی کہ جادو اور سحر میں بعض ایسے افعال ہوتے ہیں جو کہ کفر کا سبب بن جاتے ہیں۔

جادو میں عام طور پر مشرکانہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جنات اور شیاطین سے مدد مانگی جاتی ہے، کیونکہ یہ اعمال اس وقت کام دیتے ہیں جب جادو کرنے والا خباثت اور ناپاکی میں قولی، فعلی اور اعتقادی طور پر شیطانوں کے مشابہ ہو، حدیث نبوی کے مطابق ، کاہنوں اور جادوگروں کی بہت سی باتیں محض جھوٹ ہیں، جو جادوگر کے پاس جاتا ہے اور اس سے کچھ پوچھتا ہے، حدیث مبارکہ میں ہے کہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہونے کی وعید ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانی تفسیر معارف القرآن: ۱/۲۲۹)میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: "وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ گَفَرُوۤایُعَلِّمُوۡنَ النَّاسَ السِّحُرِّ، (سورہ بقرہ: ۱۰۱) اگر جادو میں کفر یہ الفاظ استعمال ہوجائیں جیسے شیاطین سے مدد طلب کرنا، تویہ سحر اور جادو (بالاجماع) کفر ہے، اگر ساحر ایسا تعویذ لکھتا ہے جس میں شیاطین سے مدد طلب کی گئی ہو، تو وہ جادو کے حکم میں ہے اور حرام ہے، اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ جادوگر امور میں تصرف رکھتا ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے، اور مذکورہ شخص کافر ہے، اس کی بیوی رکھتا ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے، اور مذکورہ شخص کافر ہے، اس کی بیوی



شریعت میں جادوگر کی سزا

ائمہ ثلاثہ(امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی) اور جمہور علماء بھی ساحر کے کفر پر اتفاق رکھتے ہیں، کہ اسے قتل کرنا چاہیے اور اس سےتوبہ نہیں کروائی جائے گی، جب آس کا ساحر ہونا اس کے آپنے اعتراف سے یا دو مسلمانوں کی گواہی سے ثابت ہوجائے تو اسے قتل کیاجائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے، کیونکہ ممکن ہے اس کی توبہ ظاہری یا چالبازی ہو، اور ساحر زندیق ہے، اور زندیق کی توبہ قابل قبول نہیں ہے، اس لیے کہ قابل اعتماد نہیں ہے کہ اس کی توبہ دل سے ہو، اسے قتل کرنا

کیونکہ پیغمبرﷺ فرماتے ہیں: "حَدّالسّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسّیفِ"(ترمذی نے سنن میں :۵/۱۵۶ اور طبرانی الکبیر:۲/۱۶۱ میں اور بیہقی السنن الکبری:۸/۱۳۶ میں، ان سب نے یہ حدیث جندب اسے روایت کی ہے)

یہ حدیث مرفوعا اور موقوفا صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ جادوگروں کی حد تلوار کے ساتھ اسے مارنا ہے، اور توبہ کے بارے کچھ نہیں

بعض علماء نے کہا ہے کہ: ساحر سے وضاحت مانگی جائے، اگر اس کا جادو کفر نہیں ہے تو اسے اس عمل سے باز رکھا جائے، لیکن یہ فتوی درست نہیں ہے، کیونکہ ہر قسم کے جادو کا تعلق شیطانوں کے تعاون سے اور کفر و شرک کے ذریعے ہوتاہے، اور یہ خالص کفر ہے، ہوسکتا ہے کہ جن علماء نے ایسا فتویٰ دیا ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ شیطانوں کے تعاون

اور کفر و شرک کے علاوہ جادو کا کوئی اور طریقہ بھی ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب "نے حضرت ابوبکر صدیق "کے بعد تمام گورنروں کو حکم دیا کہ وہ مرد اور عورت جادوگروں کو قتل کر دیں، اور توبہ کرانے کا حکم جاری نہیں کیا، راوی کہتا ہے کہ: ہم نے خلیفۃ المسلمین کے حکم کے مطابق تین لوگوں کو قتل کیا، (مسند امام احمد: ۱/۱۹۰، سنن ابی داؤد: ۳/۱۶۵، سنن بیهقی: ۸/۱۳۸).

حضرت عمر "نے مہاجرین اور انصار کی موجودگی میں یہ حکم جاری کیا: کسی نے بھی مخالفت نہیں کی، اسی طرح ام المؤمنین حفصہؓ حضرت عمر ؓ کی پیاری بیٹی آپ ؓ کی زوجہ محترمہ نے اپنی لونڈی کو جادو کرنے





پر قتل كرواديا، (مؤطا امام مالك 2 / 871، مصنف عبدالرزاق صنعاني 10 / 181، 180، و سنن بيهقي 136/8 / به روايت عبدالله بن عمر).

جندب بن عبد الله، ابو جندب بن كعب از دى نے، جو جليل القدر صحابہ ميں سے تھے، خليفہ كى مجلس ميں ايک جادوگرنى كو تلوار سے قتل كرديا: (بخارى: ٢/٢٢٢ نے عبد الرحمٰن بن يزيد سے اور الطبرانى فى الكبير: ٢/١٧٧، ابى عثمان مہدى سے اور سير اعلام النبلاء للذهبى 3/ 176، 177)

ان روایات کی بناء پر امام احمد فرماتے ہیں: ساحر کا قتل اصحاب رسول میں سے تین سے (حضرت عمر ان کی بیٹی حفصہ اور جندب) صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہے، یہ روایات ساحر کے قتل کرنے کی دلیل ہیں بغیر توبہ کے، بلکہ ساحر کے قتل کرنے میں جلد سےجلد عملی اقدامات کیے جائیں، تاکہ مسلمان اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

چغل خوری

چغل خور کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو ایک کی باتیں سن کر دوسرے شخص یا افراد تک پہنچا تا ہے، جس کے نتیجے میں دو فرد یا افراد کے درمیان دوستی ختم اور رابطے منقطع ہوجاتے ہیں، جب کہ ہمارے رب نے مسلمانوں کے درمیان مل جل کر رہنے اور رابطے کا حکم دیا ہے، لیکن چغل خور شخص لوگوں کے رابطے منقطع کرنے اور تعلقات ختم کرنے کا سبب بنتا ہے، لہذا ہمارا رب فرماتا ہے: "وَالَّانِیُنَیۡتُقُضُونَ عَهُدَاللّٰهِمِنُ بَغُومِیۡتُاوِہُویَقُطُعُونَ مَا اَمُرَاللّٰهُ بِهَ اَن یُّوْصَلَ وَیُفُسِدُون فِی الْاَرْضِ الْاِیْنَ یَنْقُضُون عَهُدَاللّٰهِمِنُ بَغُومِی اللّٰہِ مِن اَمْرَاللّٰهُ بِهَ اَن یُوْصَلَ وَیُفُسِدُون فِی الْاَرْضِ اللّٰ اللّٰہِ اللّٰہِ مَن اَمْرَاللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اِللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہ اللّ

ایک دوسری آیت میں ایسے لوگوں سے نمٹنے کے طریقے کے بارے میں جن کی بے حیائی کسی نہ کسی طرح ظاہر ہوتی ہے فرماتا ہے: "اِنْ جَآءَکُمُ فَاسِقُّ بِنَبَا فَتَبَیّنُوۤااَنْ تُصِیْبُوُاقَوُمُّا بِجَهَالَةِ فَتُصِیْجُوُاعَلٰی مَافَعَلْتُمُ نٰیِمِیْن اَ (سورہ حجرات: ۴) بنبا فَتَبَیّنُوۤااَنْ تُصِیْبُوُاقَوُمُّا بِجَهَالَةِ فَتُصِیْجُوُاعَلٰی مَافَعَلْتُمُ نٰیِمِیْن اِسورہ حجرات: ۴) ترجمہ: "اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہوجاؤ" اور ان گناہوں میں سے ایک جس کی کبیرہ گناہ کی تصدیق قرآن میں عذاب کی وعید اور خبر سے ہوتی ہے وہ چغلی ہے، نیز کئی الفاظ چغلی عذاب کی وعید اور خبر سے ہوتی ہے وہ چغلی ہے، نیز کئی الفاظ چغلی

سے مترادف اور ملتے جلتے ہیں، جیسے: نمیم، نمّامه، سعایت وقتّات-ہمارے عظمت والا رب سورہ مبارکہ رعد میں فرماتے ہیں: "وَيَقْطَعُونَ مَا آمَرَاللهُ بِهَ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۞ أُولَيِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمُ سُوِّءُ النَّارِه ٥٠ (سورة

ترجمہ: "اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملا یا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور آنہی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے"۔ واضح ہے کہ نمام بمعنی چغل خور کے ہے، اور وہ جس نے کسی سے کسی کے بارے میں کوئی بات سنی اور اس تک پہنچا دی، تو اس نے کاٹ دیا اس چیز کو جسے اللہ نے ملانے کا حکم فرمایا اور زمین میں فساد برباد کیا، کیونکہ مؤمنین کے درمیان محبت و الفت پیدا کرنے

جنم دیا ہے، تو اس کے لیے خدا کی لعنت اور آخرت کا عذاب ہے۔ چغلی کی وجوہات

اخلاقیات کے ماہرین نے اس برائی کے کئی اسباب اور عوامل بیان کیے ہیں، جن کی وجہ سے انسان چغلی کرتا ہے، ذیل میں اس کے کچھ اسباب و عوامل كا ذكر كرتا بورا!

اور ان کے اتحاد کو مضبوط کرنے کی بجائے، نفرت ،تفرقہ اور دشمنی کو

حسد اور بغض

بعض اوقات کسی دوسرے شخص سے اس کی حیثیت ، دولت اور کردار کی وجہ سے حسد ہوجاتاہے تو وہ اس شخص کو ہر ممکن طور پر تکلیف دینے اور اسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس لیے وہ چغلی کرتاہے یعنی اس بندے نے کسی کے بارے میں کوئی بات کی تو وہ بات اس تک پہنچادی تاکہ ان دونوں میں تعلقات خراب ہوں یا یہ شخص جس نے بات کی ہے ذلیل ہوجائے اسی لیے روایات میں حسد کو ایمان اور اعمال صالحہ کو تباہ کرنے والا اور دنیا و آخرت میں انسان کو امن و سکون سے محروم کرنے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

زبان کی آفات میں سے ایک اور آفت جو اخلاقی برائیوں میں سے شمار ہوتی ہے، اور لوگوں کو راہ خدا سے دور رکھتی ہے وہ چغل خوری ہے، قرآن کریم چغلی کی مذمت میں فرماتا ہے: "وَیُلُ لِّکُلِّ مُمَزَةٍ لَّهَزَقِ ا (سوره همزه:۱) ترجمہ: بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب





لگانے والے کے لیے اور پھر فرماتا ہے: "هَمَّازِمَّشَّآء دِبِنَبِیْمِران" (سورہ قلم آیت: ۱۱) ترجمہ: "اس شخص کی پیروی نہ کریں ،جو بہت زیادہ عیب تلاش کرنے والا چغل خور ہے"۔

اور سورا قلم آیت: ۱۳ میں فرماتا ہے: "عُتُلِّ بَعْدَذٰلِكَ زَنِیْمِرِ"۱۰ " ترجمہ: "سخت مزاج، اس کے علاوہ بدنام ہے"(چغل خور ،نفرت انگیز،متشد اور بدنام ہے)قرآن کریم نے چغل خور کو لفظ "زنیم" کے لفظ سے ذکر کیا ہے،یعنی وہ شخص جس کا نسب واضح نہ ہو، یہ اس گناہ کے عظیم ہونے کا ثبوت ہے۔

چغل خور کا انجام قرآن کی نظر میں

قرآن کریم ان لوگوں کو جو چغل خوری کرکے نفرت اور دشمنی کی آگ کو لوگوں کے درمیان بھڑکاتے ہیں خبردار کرتا ہے،اور انہیں جہنم کے عذاب سے ڈراتا ہے،جیسا کہ آبو لہب کی بیویوں میں سے ایک ام جمیل کے متعلق فرماتا ہے: "وَّامْرَاتُهُ ﴿ حَمَّالَةَ الْحَطْبِ ﴿ اس کی بیوی : ابو لہب کی وہ لکڑی اٹھانے والی اور آگ بھرکانے والی بھی جہنمی ہے(سورہ مسد

ام جمیل ،حرب کی بیٹی ،ابو سفیان کی بہن اور معاویہ کی پھوپھی ،ابو لہب کی بیویوں میں سے تھی، جو رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمنوں میں شمار ہوتی تھی۔

بہر حال چونکہ خود ابو لہب آگ بھڑکانے والاتھا،اس کی بیوی بھی فتنہ انگیز تھی،اس راستے میں بہت کوشاں ہوتی تھی، جتنی اس میں طاقت اور استطاعت تھی وہ نبی کریمﷺ اور آپﷺ کے اصحاب کی خبریں لے کر مشرکوں اور بت پرستوں تک پہنچاتی تھی، اسی لیے اللہ تعالٰی نے اسے برا بھلا کہا، اور اسے آگ کا مستحق قراردیا، اور جس نے بھی چغل

خوری کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ چغل خوری کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص بعض لوگوں کی باتیں دوسروں کے سامنے اس نیت سے بیان کرتا ہے کہ ان میں فتنہ و فساد پیدا کیا جائے، جیسے کسی کے پاس جائے اور اس سے کہے کہ: فلاں نے تجھے ایسے ویسے کہا، تاکہ اس طرح سے لوگوں میں دشمنی پیدا ہو، چغلی كبيرہ گناہوں میں سے ہے،صحیحین میں عبداللہ بن عباللہ سے روایت ہے كہ: رسول اللہ اللہ دو قبروں كے پاس سے گذرے ، اور فرمایا: "أَمَا إِنَّهُمَا لَيعَنَّبَانِ





وَمَا يَعَنَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَلُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّبِيمَةِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لا يستَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ، قَالَ: فَكَعَابِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِأَثْنَينِ، ثُمِّر غَرَسَ عَلَى هَنَا وَاحِمَّا وَعَلَى هَنَا وَاحِمَّا،

ترجمہ: "ان کو عذاب ہورہا ہے،اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا ہے، صرف یہ کہ ان میں سے ایک آدمی پیشاپ سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا، پھر آپﷺ نے کھجور کی ایک ہری ٹہنی لی، اس کے دو ٹکڑے کرکے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا نے فرمایا: " لَعَلَّهُ أَنْ يَخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمُ يِيبَسَا" اميد ہے کہ جب تک يہ تہنياں

خشک نہیں ہوتیں ان کا عذاب ہلکا ہو"(بخاری: ۲۱۸ اور مسلم: ۲۹۲) نبی کریمﷺ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: " کریمﷺ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: " کریمﷺ "(بخاری: ۶۰۵۶ اور مسلم: ۱۰۵) ترجمہ: "چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔ لہذا مؤمن کو چغل خوری سے اجتناب کرنا چاہیے، چغل خور کے لیے چغلی کے نقصانات میں وہ تمام سزائیں اور تنبیہات ہیں جو اوپر حدیث میں بیان کی گئی ہیں، معاشرے کے لیے چغل خوری کا نقصان یہ ہے کہ یہ لوگوں کے درمیان تفرقہ اور نفرت کا باعث بنتی ہے، اور ان میں فتنہ و فساد کا سبب بنتی ہے۔

دین اسلام میں جن گناہوں کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے ان میں سے ایک چغل خوری ہے جو اس قدر قبیح ہے کہ اس کے مرتکب کو ملت اسلامیہ میں بدترین لوگوں میں جانا جاتا ہے۔

سورہ مبارکہ فلق سے حاصل شدہ اسباق

1 - الله تعالى سے پناه مانگنے كو ہميشہ ورد زبان بنانا چاہيے،الله تعالى كى پناہ مانگنا ہر اس ڈراؤنی چیز سے کہ پوشیدہ ہونے کی وجہ سے انسان اس سے چھٹکارا حاصل نہ کرسکتا ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ واضح طور پر بیان کیا جانا چاہیے کہ: الله تعالٰی کی پناہ مانگے بغیر اپنی اور معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں۔

2 - کیونکہ برے لوگ (شیاطین) انسان کے دل اور دماغ پر حملہ کرتے ہیں، ہمیں ایسی طاقت کی پناہ لینی چاہیے جو تالے اور رکاوٹوں

کو توڑتی ہے۔
3 - جادو کی گرہ پر پھونکنا حرام ہے، جو کہ سحر ہے اور ہر قسم کا سحر کفر ہے، اور ساحر کی حد تلوار سے گردن کاٹنا ہے۔





- 4 حسد قطعا حرام ہے، اور یہ ایک خطرناک بیماری ہے کہ جس نے ابن آدم کو اپنے بھائی قتل کرنے پر مجبور کردیا، اور یوسف کے بھائیوں کو دھوکے اور فریب پر مجبور کردیا۔
- 5 غبطہ(رشک کرنا)حسد نہیں ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول الله الله نے فرمایا: دو چیزوں میں حسد نہیں ہے، جب غبطہ (رشک کرنا)مقصود ہو۔

سورہ مبارکہ کے اختتام میں یہ ذکر کرنا چاہیے کہ سورہ فلق میں؛ انسان

- چار خصلتوں سے اللہ کی پناہ لیتا ہے۔ 1 ہر اس چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا کی ہے۔ 2 ہر اس چیز کے شر سے جو رات کی تاریکی میں یا اندھیرے میں رونما ہو۔
 - 3 گرہوں میں جادو کرنے والوں کی برائی سے۔
 - 4 ہر حسد کرنے والے کے شر سے۔
 - یہ چار خصلتیں ان چیزوں میں سے ہیں جن سے انسان ڈرتا ہے۔ اے رب ااپنے دین کو شیطانی سوچ رکھنے والوں سے بچا،

آمينياربالعلمين

صىقالله العظيم وصىق رسوله النبي الكريم



Get more e-books from www.ketabton.com Ketabton.com: The Digital Library